تحفّظ ختم نبوّت کا حقیقی علمبردار واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کا ترجمان

ماہنا

چودہویں صدی

دہلی

ایڈیٹر: ممتاز عالم

جنوری/۲۰۰۵ء

Rs. 10/-

ایل۔۲۵/اے، دلشاد گارڈن، دہلی۔۱۱۰۰۹۵

www.alahmadiyya.org

دورِ حاضر میں اسلام کی علمبردار جماعت

جماعت احمدیہ لاہور کی پانچ امتیازی خصوصیات

۱۔ تکمیل دین اور ختم نبوت پر حقیقی ایمان رکھنے والی واحد جماعت: جس کا بنیادی عقیدہ ہے کہ شریعت کاملہ فرقان حمیدہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی پرانا ہی نازل ہوگا۔

۲۔ اتحاد بین المسلمین کی واحد نقیب جماعت۔ جو نہ صرف ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھتی ہے بلکہ تکفیر المسلمین سے بیزاری کا اظہار کرتی ہے۔

۳۔ مغربی دنیا میں اشاعت اسلام اور علوم فرقان کی اولین مشعل بردار جماعت: جس نے اگر اسلامی دنیا میں اسلامی نظریہ حیات پر ایمان کو زندہ کیا تو مغربی دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلا کر طلوع الشمس من غربها کا معجزہ نما نظارہ دکھا دیا۔ اولین اسلامی مشن ۱۹۱۲ء میں خواجہ کمال الدین مرحوم نے انگلستان میں قائم کیا۔ برلن میں پہلی مسجد مولانا صدر الدین صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ۱۹۲۴ء میں تعمیر کی۔ قرآن حکیم کا پہلا مقبول عام انگریزی با تفسیر ترجمہ ۱۹۱۷ء میں حضرت مولانا محمد علیؒ نے شائع فرمایا۔ پھر ۱۹۳۵ء میں جرمن زبانوں میں قرآن کے تراجم شائع کئے۔

۴۔ اصلاح ملت کی واحد داعی جماعت: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور حفاظت دین کا خدائی وعدہ اس بات کا متقاضی ہے کہ امت مسلمہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں جن کا وجود اسلام کی صداقت، خدا کی ہستی اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فیوض پر شہادت ہو۔ حضرت مرزا صاحبؒ مجدد صد چہاردہم ان ہی بابرکت مجددوں میں سے ایک تھے۔ ان کا دعویٰ آپ کے الفاظ میں یہ ہے ''میں ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں۔ میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

۵۔ صحیح اسلامی جمہوریت پر قائم جماعت: اس جماعت کا عقیدہ ہے کہ بانی سلسلہ کی جانشین انجمن ہے نہ کوئی فرد واحد۔ حضرت مجدد صد چہاردہم کی ''الوصیت'' کی رو سے وامرهم شوری بینهم کی محکم چٹان پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے جمہوری نظام کی شکل میں استوار ہے۔

ماہنامہ

چودھویں صدی

دہلی

سرپرست

جناب شوکت اے علی صاحب

(بنکاک تھائی لینڈ)

جلد نمبر ---------- ۶

شمارہ نمبر ---------- ۱

ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ

جنوری ۲۰۰۵ء

ایڈیٹر: مفتی ممتاز عالم

سب ایڈیٹر: محمد ارشد

مدیر اعزازی: عبدالغفار

مجلس ادارت

ایم وائی تاثیر صدر (کشمیر)

اصغری بانو نائب صدر (ممبئی)

بشارت سلیم جنرل سکریٹری (جموں)

ممتاز عالم خزانچی (دہلی)

اشفاق حسین سکریٹری (کولکاتہ)

کمپوزنگ: محمد ارشد

بدل اشتراک

سالانہ ---------- ۱۰۰ روپے

فی شمارہ ---------- ۱۰ روپے

بیرون ملک ---------- ۱۰ پونڈ

ڈالر امریکن ---------- ۱۲ ڈالر

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

L-25-A, Dilshad Garden,Delhi-95

فون: 22596616

E-mail:ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in

Website:www.aaiil.org(or)islam.lt

آئینہ مضامین

نمبر شمار	عنوان		صفحہ نمبر
۱	اداریہ	ایڈیٹر	۲
۲	درس قرآن	مولانا محمد علی لاہوریؒ	۳
۳	مقام حدیث	مولانا محمد علی لاہوریؒ	۵
۴	عید الاضحیٰ اسلام کا ایک مہتم بالشان تہوار	ادارہ	۹
۵	یوم الاضحیٰ	حضرت مجدد صد چہاردہمؑ	۱۱
۵	یادگار ابراہیمؑ	مولانا صدر الدین	۱۳
۶	قربانی کے متعلق عام اعتراض اور اس کا جواب	مولانا محمد علی لاہوریؒ	۱۶
۷	حج کی فلاسفی	مولانا نور الدین	۲۰
۸	حج بدل	ڈاکٹر بشارت احمد	۲۳
۹	انسان کا خدا سے براہ راست تعلق	مسز علیم اقبال	۲۴
۱۰	اسلام: کمزور طبقات کے حقوق کا محافظ	ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی	۲۶
۱۱	اولاد کے حقوق اور موجودہ دور میں ان کی حق تلفی	محمد شمشاد ندوی	۲۹
۱۲	قابل رشک ماں	محمد اکمل عطا قادری	۳۳
۱۳	اپنے بچے کو بکری کا دودھ پلایئے	عفت سلیمان صدیقی	۳۴
۱۴	صحت عامہ	ادارہ	۳۵
۱۴	ملکی و عالمی خبریں	اخبارات ایجنسیاں	۳۷
۱۵	آپ کے خطوط و آراء	ادارہ	۳۹

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک سچا دین ہے اور یہ مکمل ضابطہ حیات ہے یہ بات ہم کہتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں لیکن کیا سچ مچ ہمارا دل مکمل طور پر اس حقیقت کا اعتراف کر چکا ہے؟ کیا وہ تمام اندرونی و بیرونی خلفشار جو اکثر اسلامی مسالک کے نام پر اٹھتے رہتے ہیں ان کے حل کی اب کوئی صورت نہیں؟ کیا اسلام میں اختلافاتِ مسالک کی جڑیں اتنی گہری ہیں کہ اس کی بیخ کنی نہیں کی جا سکتی؟ آیئے صمیم قلب اور ٹھنڈے دماغ سے اس پر غور کریں۔

ہم سب لوگ اس بات پر مکمل ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن کریم خدائے واحد وستار کا فرمان ہے اور اسے نبی آخر الزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلب اطہر پر ۲۳ سال کے عرصے میں منتقل کیا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اس بنیادی عقیدے میں کوئی اختلاف ہے؟ یقیناً نہیں ہے اور اگر ہے تو ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی ابھی داخل ہی نہیں ہو پائی ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ اسلام کیا ہے؟

عربی لغت میں "اسلام" کا مطلب ہے اطاعت وفرمانبرداری کرنا اس ضمن میں قرآن کریم سے مدد لینے پر جو چیز صاف صاف سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کا پیرو یعنی مسلمان وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے تمام وجود کو سونپ دے یعنی پوری طرح اطاعت کو اپنے وجود کا حصہ بنالے اور نیک کاموں کے لیے خدا کے حکم کے مطابق قائم ہو جائے اور اپنے وجود کی تمام فکری و عملی طاقتیں اس کی راہ میں لگا دے اور اعتقادی و عملی طور پر محض اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جیسے ہی آپ کلمۂ حق اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمداعبدہ ورسولہ. پڑھتے ہیں آپ کا حق ہے کہ خدا کی واحدانیت رسول ﷺ کی نبوت پر آپ کا اعتقاد راسخ ہو جائے اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر آگے کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہی کیونکہ آپ اب اطاعت وفرمانبرداری کے قصر میں داخل ہو گئے ہیں اب آپ کے سارے اعمال وافعال قرآن کے تابع ہو گئے۔ اور اسی کے بدلے خدا نے آپ سے جنت کا وعدہ کر لیا۔ اب اس وعدے کو وفا کرنا خدا کا کام ہے اور اطاعت وفرمانبرداری پر قائم رہنا بندے کا حق ٹھہرا۔

اب بھلا یہ کیسی بات ہے کہ جب اتنا صاف وشفاف معاملہ ہمارے سامنے ہو، جس پر کسی بھی مسلمان کو کوئی شک یا اعتراض نہ ہو تو پھر یہ اختلافات کیوں؟

آخر ہم جو یہ نعرہ لگاتے پھرتے ہیں کہ فلاں گروہ اسلام سے خارج ہے، فلاں شخص کافر ہے، فلاں منافق ہے اس کا حق ہمیں کس نے دے دیا؟

آج ہم جس عہد میں جی رہے ہیں یہ وہ عہد ہے جب پوری دنیا ایک گاؤں کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے مذہبی کتابوں کا ذخیرہ ہر زبان میں موجود ہے۔ رسائل کی ایک فوج تیار کھڑی ہے، اور تمام تر دینی لٹریچر انٹرنیٹ پر ہماری انگلیوں کے اشارے پر آموجود ہوتی ہیں۔ ایسے دور میں غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا نہایت آسان ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ہم اختلافات کو ختم کرنا چاہیں، اور اگر ایسا نہیں چاہتے تو ایک بار غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا ہم اپنے اندر ایمان کو کس قدر بچا پائے ہیں کیونکہ اسلام کے قصر اطاعت میں داخل ہونے کے بعد ہمارے ہاتھ اور پیر، ہمارے دل ودماغ، عقل وفہم، رحم، حلم وعلم، روحانی وجسمانی طاقتیں، عزت ومال، آرام وسرور اور جو کچھ ہمارا سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخنوں تک ہے یہاں تک کہ نیت، دل کے خطرات وجذبات سب اللہ کے ایسے تابع فرمان ہو گئے جیسے اعضائے جسمانی ہمارے تابع فرمان ہوتے ہیں، اور دل میں پوری طرح یہ احساس مستحکم ہو جائے کہ جو کچھ بظاہر اس کا نظر آتا ہے وہ اس کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا ہے۔

جب اس امر پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں لگتا ہے کہ ہم خواہ مخواہ اپنے آپ کو کلام اللہ کا پیرو مانتے ہیں کیونکہ پیروی کرنے میں ہم بہت کمزور ہیں اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر بھی ہمارا ایمان مستحکم نہیں ہو پایا ہے۔ اس سلسلے میں دہلی کے مشہور زمانہ بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا ایک واقعہ نقل کرنے کی جسارت کروں گا جو "کمالات عزیزی" مطبوعہ دہلی میں لکھا ہے کہ:

"حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نماز جمعہ میں جب جامع مسجد تشریف لے جاتے تو اپنا عمامہ آنکھوں پر ڈال لیتے، ایک شخص جس کا نام فصیح الدین تھا وہ اکثر حضرت کے ساتھ ہوتا تھا اس نے عرض کیا کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے حضرت مولانا نے اپنی کلاہ اتار کر اس کے سر پر ڈال دی۔ فصیح الدین نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب کچھ دیر میں افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ کلاہ سر پر ڈالتے ہی چاروں طرف مجمع میں سوسوا سوا افراد کے جو انسان نظر آتے تھے، باقی چار پانچ ہزار کا مجمع ریچھ، بندر اور خنزیر کی شکل کا تھا حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ آخر بتاؤ میں کس طرف دیکھوں، اسی لیے اپنا عمامہ آنکھوں پر ڈال لیتا ہوں۔" کیا یہ واقعہ عبرت کے لیے کافی نہیں؟

عید قرباں کی آمد آمد ہے اور نئے سال کے استقبال کے اس موقع پر اگر ہم صدق دل اور نہایت بردباری سے اپنا جائزہ لیں تو کوئی وجہ نہیں کہ حقیقت حال ہمارے سامنے روز روشن کی طرح عیاں نہ ہو جائے، اور ہم اپنے ان تمام وسوسوں اور خدشات کو سنت ابراہیمی کے موقع پر قابل گردن زدنی قرار دے دیں، اور ایک نئے جوش وولولے کے ساتھ خدائے رحیم وخبیر کے آگے سربسجود ہو کر یہ دعا کریں کہ اے خدائے واحد وستار ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرما اور اپنے مکمل دین کو ہمارے دلوں میں قائم فرما دے۔ مسلمانوں میں اتحاد واخوت کا جذبہ عطا فرما دے اور سنت ابراہیمی وسنت رسول ﷺ پر ہمیں کاربند رہنے کی طاقت عطا کر تا کہ یہ نیا سال ہمارے لیے خوش بختی کے نئے دروازے کھول دے۔ آمین

درس قرآن

از مولانا محمد علی لاہوریؒ

سورہ فاتحہ پر ایک نظر

الحمدلله رب العالمين. الرحمن الرحيم. ملك يوم الدين. اياك نعبدو اياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.

ترجمہ: اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لیے ہے (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لیے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔

ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔

خلاصۂ مضمون

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی چار صفات: اس سورت میں کل سات آیات ہیں جن میں سے پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی ان چار صفات کاملہ کا ذکر ہے، جن پر اس دنیا کا کل نظام قائم ہے۔ ربوبیت، یعنی پہلی آیت میں ربوبیت یا وہ صفت جو ہر ایک مخلوق کو اپنے دائرہ کے اندر کمال تک پہنچاتی ہے۔ رحمانیت: دوسری آیت میں رحمانیت یا وہ صفت جو ہر شے کے اپنے کمال تک پہنچنے کے لیے ضروری اسباب اس کے وجود میں آنے سے بھی پہلے مہیا فرماتی ہے۔ رحیمیت: اور رحیمیت یعنی وہ صفت جو ان سامانوں سے فائدہ اٹھانے پر اعلیٰ درجہ کے ثمرات مرتب فرماتی ہے۔ مالکیت: اور تیسری آیت میں مالکیت یا وہ صفت جو ان سامانوں سے فائدہ نہ اٹھانے پر یا قوانین کی خلاف ورزی پر سزا دیتی ہے تا کہ نظام عالم قائم رہے اور چیزیں اپنے کمال کو پہنچتی رہیں۔ چوتھی آیت میں بندہ کا یہ اقرار ہے کہ صرف وہی ذات پاک جس کی محامد پہلی تین آیات میں مذکور ہیں لائق عبادت ہے اور صرف اسی سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔

سورہ فاتحہ کے دو حصے اور ان کا باہم تعلق

آخری تین آیات میں راہ راست پر چلنے اور تفریط و افراط سے بچنے کی دعا ہے۔ پس پہلی تین آیات صرف محامد الٰہی کے لیے ہیں۔ آخری تین بندہ کے لیے کہ وہ اعلیٰ سے اعلیٰ انعامات کا وارث ہو اور درمیانی آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے عبد کا تعلق ہے یعنی دونوں میں مشترک ہے، اور اس سے پہلے حصہ یعنی ایاک نعبد کا تعلق درحقیقت پہلی تین آیتوں سے ہے کیونکہ وہ کامل محامد جن کا ذکر ان آیات میں ہے اسے مستحق عبادت ٹھہراتی ہیں اور جب وہ مستحق عبادت ہوا تو اعانت کا طلب کرنا بھی اسی سے ضروری ہوا۔ اب اس پچھلے حصہ ایاک نستعین کا تعلق پہلے حصہ سے قائم ہو گیا اور پھر اس استعانت کی تشریح آخری تین آیات میں فرمائی اور یوں اس کا تعلق آخری تین آیات سے ہو گیا۔ یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس کو ترمذی نے حسن قرار دیا ہے کہ صلوٰۃ یعنی فاتحہ مجھ میں اور میرے بندہ میں نصف نصف ہے۔ قال الله قسمت الصلوة بيني وبين عبدي نصفين ولعبدي ماسأل۔

سورہ فاتحہ کے ابتدا میں رکھے جانے کی وجہ اس کی عظمت ہے

صحیح احادیث میں اس کو اعظم السور فی القرآن کہا گیا ہے یعنی قرآن کریم کی سب سے زیادہ عظمت والی سورت، اس کی عظمت اول تو خود اس سے ظاہر ہے کہ نماز میں جسے مومن کا معراج قرار دیا گیا ہے۔ ہر رکعت میں اس سورت کا پڑھنا ضروری ہے اس کے ساتھ اور جہاں سے چاہے پڑھ لے۔ پھر اس کا نام ام الکتاب بتاتا ہے کہ یہ سورت گویا قرآن کریم کی تعلیم کا نچوڑ اور خلاصہ ہے۔ قرآن کریم کی اصل غرض محامد الٰہی کا بیان کرنا اور انسان کو اپنے حقیقی کمال تک پہنچانا ہے۔ چنانچہ اس سورت کے پہلے حصہ میں وہ محامد مذکور ہیں اور پچھلے حصہ میں انسانی کمال کے حصول کا ذکر ہے۔ پھر اس سورت کو الحمدلله رب العالمين سے شروع کر کے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کا ہی ذکر کر دیا، بلکہ نسل انسانی کی بھی وحدت کی بنیاد رکھ دی اور عالمین کا لفظ استعمال فرما کر ساری تفریقات قومی کو دور کر دیا۔ اور یہی مذہب کا خلاصہ ہے کہ وہ خدا کو

ربوبیت اور انسانوں کی اخوت کو قائم کرے اور ان الفاظ الحمدلله رب العالمین سے بہتر الفاظ میں یہ خلاصہ نہیں ہوسکتا۔

سورہ فاتحہ میں عقائد باطلہ کی تردید

پھر اس سورت کے اندر جن صفات الٰہی کا ذکر ہے وہ گویا کل صفات الٰہی کے لیے بطور ام یا جڑ کے ہیں یعنی ربوبیت، رحمانیت، رحیمیت، مالکیت۔ انہی سے باقی صفات الٰہی بھی پیدا ہوتی ہیں اور ان چار صفات میں دوسرا کمال یہ ہے کہ مذاہب عالم کے کل اصول باطلہ کی ان میں تردید ہے۔ صفت ربوبیت میں اس بات کا رد ہے کہ خدا کی ذات یا صفات میں کوئی شریک ہوسکتا ہے۔ وہ روح اور مادہ کا بھی رب ہے اس لیے روح اور مادہ اس کی کسی صفت میں جیسے غیر مخلوق ہونا شریک نہیں ہوسکتے۔ ایسا ہی بت پرستی اور ہر قسم کے شرک کی تردید ہے۔ کیونکہ مستحق حمد وعبادت وہی ذات ہوسکتی ہے جو دوسروں کی ربوبیت کرے اور ربوبیت کرنے والی ذات صرف ایک ہی ہے۔ صفت رحمانیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا بدل رحم کرتا ہے۔ کفارہ کے عقیدہ کی تردید ہے کیونکہ کفارہ کے عقیدہ کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم بلا بدل نہیں کرسکتا۔ اس لیے اس کا بیٹا انسانوں کے گناہوں کا معاوضہ بنایا جاتا ہے۔ مگر رحمانیت چاہتی ہے کہ خدا کا رحم انسانوں پر بلا بدل بھی ہو، جیسا کہ اس کی مخلوق میں ہم کو نظر آتا ہے کہ انسانوں کے پیدا ہونے سے بھی پہلے وہ ان کے لیے سامان مہیا فرماتا ہے۔ صفت رحیمیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کے اعمال پر جو اس کے قوانین کی فرمانبرداری میں ہوں اللہ تعالیٰ بڑے بڑے اجر دیتا ہے۔ ایسے عقائد کی تردید ہے جو انسان کے اعمال کے محدود ہونے کی وجہ سے ان کے اجر کو بھی محدود قرار دیتے ہیں اور اس لیے نجات کو عارضی قرار دیتے ہیں۔ صفت مالکیت میں جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گو قوانین کی نافرمانی پر سزا دیتا ہے مگر اس کا معاملہ اپنی خلق کے ساتھ مالک کا معاملہ اپنے ملک کے ساتھ ہے۔ تناسخ وغیرہ عقائد کی تردید ہے جن کی رو سے اللہ تعالیٰ کوئی گناہ معاف نہیں کرسکتا اور اس لیے ہر گناہ کی پاداش میں انسان کو بے شمار جونوں میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

میانہ روی کی تعلیم

جس طرح عقائد باطلہ کی تردید اس حصہ میں ہے پچھلے حصہ میں ہر ایک قوم کی افراط وتفریط کی تردید ہے۔ سوائے اسلام کے جس قدر مذاہب پائے جاتے ہیں وہ اپنی موجودہ حالت میں صرف ایک خاص شاخ اخلاق انسانی پر ہی سارا زور دیتے ہیں اور اس لیے ان میں تفریط وافراط کی غلطیاں پیدا ہوگئی ہیں، یعنی ایک شاخ پر حد سے زیادہ زور دیا اور دوسری کو بالکل نظر انداز کردیا۔ اسلام کی تعلیم کا خلاصہ یہاں اعتدال یا میانہ روی قرار دیا گیا ہے جو ایک طرف تفریط سے بچاتا ہے اور دوسری طرف افراط سے محفوظ رکھتا ہے۔۔ پس یوں سورہ فاتحہ میں ہر ایک باطل کی تردید بھی موجود ہے اور اس کے بالمقابل عقاید اور اعمال میں ان اصول حقہ کی تعلیم ہے جو بطور بنیاد کے ہیں۔

سورہ فاتحہ ایک بہترین دعا ہے

جو دعا اس سورت میں سکھائی گئی ہے وہ دعا بھی اعلیٰ سے اعلیٰ دعا ہے، جس کی نظیر کسی دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی۔

عیسائی دعا سے مقابلہ

عیسائیوں کو اپنے خداوند کی دعا کے متعلق بہت کچھ دعویٰ ہے، مگر فاتحہ کے بالمقابل یہ دعا کچھ بھی نہیں، وہاں روز کی روٹی کی التجا ہے یہاں صراط مستقیم کی یعنی کمال انسانی کے حصول کی۔ اس سے دونوں دعاؤں کے مقاصد میں فرق ظاہر ہوتا ہے۔ پھر وہاں گناہوں کی معافی کی التجا ہے، یہاں اس مقام پر پہنچنے کی آرزو ہے جہاں گناہ ہی انسان سے سرزد نہ ہو اور نہ کسی قسم کے حقوق میں تفریط واقع ہو نہ افراط۔ گویا یہ بے گناہ یا معصوم بن جانے کی دعا ہے۔ پس کامل اصول حقہ کے سکھانے میں اصول باطلہ کی تردید میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا سکھانے میں اور کمال انسانی تک پہنچانے میں اس کی نظیر نہ تورات میں ملتی ہے نہ انجیل میں۔ ایسا ہی جو تعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے عبد میں ایاك نعبدو ایاك نستعین کے مختصر فقرہ میں قائم کیا گیا ہے وہ بھی بے نظیر ہے۔

بہترین وظیفہ

جو لوگ وظائف کے پیچھے بھٹکتے پھرتے ہیں وہ اگر افضل الدعا سے کام لیں تو بہت جلد اپنے مقاصد کو پاسکتے ہیں۔ سورہ فاتحہ سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں اور یہ وہ وظیفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کو سکھایا ہے۔

(بحوالہ بیان القرآن)

☆☆☆

قسط نمبر ۲

مقام حدیث

از: مولانا محمد علی لاہوری ؒ

"مقام حدیث" یہ حضرت مولانا محمد علی صاحب لاہوری کی معرکۃ الآرا تحقیقی کتاب ہے جس کے ذریعہ انہوں نے حدیث نبوی کی اہمیت وافادیت پر تاریخ وتدوین کی روشنی میں مختصر سیر حاصل علمی وتحقیقی گفتگو کی ہے۔ اس کتاب نے بہت ساری ایسی غلط فہمیوں پر سے پردہ اٹھایا ہے جن غلط فہمیوں کی بنا پر کچھ لوگ حدیث نبوی کی محبت میں غلو کی حد تک آگے بڑھ گئے ہیں اور ایک دوسرا گروہ قرآن کے آگے احادیث نبوی کو ایک تنکے کی حیثیت نہیں دیتے اور نہایت بے باکی سے اسے سرتاپا مجموعہ ہزلیات اور مفتریات قرار دے دیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک

مولانا محمد علی لاہوری نے اس مقالے میں ان دونوں گروہوں کی افراط وتفریط پر تاریخی وتحقیقی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالی ہے۔

قارئین چودھویں صدی قسط وار سلسلہ اس کا مطالعہ فرما رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم قارئین کے اظہار خیال کے متمنی ہیں۔ (ادارہ)

صداقت حدیث پر خارجی شہادت

اس باب میں صداقت حدیث کے دو ایسے بے نظیر ثبوتوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو پرانے تاریخی واقعات کو شاذ ونادر ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔

ان میں سے پہلا ثبوت وہ ہے جو اس رسالہ کے ورق اول سے ملتا ہے جس پر ایک پرانے خط کا فوٹو چھپا ہوا ہے۔ یہ خط وہ ہے جو حضرت محمد مصطفٰے احمد مجتبٰی ﷺ نے مقوقس شاہ مصر کو لکھا تھا اور ایسے ہی چند اور خطوط دوسرے بادشاہوں کو بھی لکھے گئے تھے۔ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے بعد کا ہے یعنی جب آنحضرت ﷺ حدیبیہ سے ۶ھ ہجری کے آخر میں واپس آئے تو اس وقت آپ نے بہت سے گردونواح کے بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے دعوتی خطوط لکھے، اور آپ کے صحابہؓ یہ خطوط لے کر ان بادشاہوں کے پاس گئے۔ ان خطوط کا ذکر صحیح بخاری اور مسلم میں اور دیگر کتب احادیث میں پایا جاتا ہے۔ مقوقس شاہ مصر کو جو یہ خط لکھا گیا تھا اس کا مفصل ذکر مواہب لدنیہ اور دیگر سیرت کی کتابوں میں موجود ہے بلکہ اصل عبارت بھی محفوظ ہے۔ مواہب لدنیہ میں مندرجہ ذیل ذکر اس خط کے بھیجنے کا اسی جگہ موجود ہے جہاں دوسرے بادشاہوں کو خط لکھا جانے کا ذکر ہے۔

وكتب ﷺ الى القوقس ملك مصر والاسكندريه واسمه جريح ابن سينا.

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد عبدالله ورسوله الى المقوقس عظيم القبط سلام على من اتبع الهدىٰ.

امابعدفانی ادعوك بدعاية الاسلام اسلم تسلم يوتك الله اجرك مرتين فان توليت فعليك اثم القبط.

ياأهل الكتاب تعالوا الى كلمه سواء بينناوبينكم الا نعبدالا الله ولانشرك به شيئا ولايتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون الله فان تولوا فقولوا اشهدوا بانا مسلمون بعث به مع حاطب ابن ابی بلتعة فتوجه اليه الىٰ مصربالاسكندرية .....فلما جئى به اليه ووقف بين يديه ونظرفى الكتاب فضه وقرأه وقال لحاطب ماكان له ان كان نبياً ان يدعوعلى فيسلط..فقال له حاطب وامامنع عيسىٰ ان يدعوعلى من خلفه............فقال له حاطب انه قدكان قبلك رجل يزعم انه الرب الاعلىٰ فاخذه الله نكال الآخرة والاولىٰ فانتقم به ثم انتقم منه فاعتبربغيرك ولايعتبرغيرك بك.......ولعمرى مابشارة موسىٰ بعيسىٰ الاكبشارة عيسىٰ بمحمد ﷺ ومادعاء نا اياك الى ا لقرآن الا كدعائك اهل التوراة الى الانجيل فقال المقوقس انى قد نظرت فى امرهذا النبى فوجدته لا يامر بامزهودفيه ولاينهىٰ عن مرغوب فيه ولم اجده بالساحرالضال ولاالكاهن الكاذب و وجدت معه الة النبوة ... واخذكتاب النبى ﷺ فجعله فى حق من عاج ودفعه لجارية له.

اس روایت کو ابن تیمیہ نے بھی اپنی کتاب الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح میں بیان کیا ہے ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حاتم ابن ابی بلتعہ آنحضرت ﷺ کا خط بنام مقوقس لے کر اس کے پاس اسکندریہ میں پہنچے۔ اور نہ صرف خط ہی اس کو پہنچایا بلکہ تبلیغ بھی کی اور جب بادشاہ نے یہ اعتراض کیا کہ اگر آنحضرت ﷺ خدا کے نبی ہیں تو وہ کیوں دعا کر کے مجھ پر مسلط نہیں ہو جاتے۔ تو حاطبؓ نے ایسا معقول جواب دیا جس سے بادشاہ مصر شرمندہ ہو گیا یعنی یہ کہ اگر سنت اللہ انبیاء کے متعلق یہی ہوا کرتی ہے کہ وہ بجائے دین حق کی طرف دعوت دینے کے مخالفین پر بددعا کر کے ان کو مغلوب کر لیا کریں تو حضرت عیسیٰ نے کیوں ایسا نہ کیا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کو مقوقس نے نہایت حفاظت سے ڈبیہ میں بند کیا اور ایک لونڈی کے سپرد کیا اور دوسری روایت میں ہے کہ مہر لگا کر اپنے خزانچی کے سپرد کیا۔

مقوقس کے نام کا خط ۱۸۵۸ء میں مصر کی ایک خانقاہ میں جو عیسائیوں کی ہے بعض فرانسیسی سیاحوں کو مل گیا۔ اور اب اصل خط قسطنطنیہ میں محفوظ ہے اور بڑے بڑے عیسائی محققین نے اسے اصلی قرار دیا ہے۔ منجملہ ان کے ڈاکٹر بجر ہے اور خود اس کے اصلی ہونے کی یہ کچھ کم شہادت نہیں کہ وہ عیسائی خانقاہ میں عیسائیوں کے ہی ہاتھ لگا۔ اب ہم اس اصلی خط کی عبارت کا اس عبارت سے مقابلہ کرتے ہیں جو احادیث میں موجود ہے تا یہ معلوم ہو کہ احادیث نے اصل واقعات اور اصل الفاظ کو کہاں تک محفوظ رکھا ہے۔ اس غرض کے لئے دو کالموں میں یہ دونوں عبارتیں درج کی جاتی ہیں تا ناظرین آسانی سے مقابلہ کر سکیں۔ دائیں طرف کے کالم میں اصل خط کی عبارت کی نقل ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر بجر نے اسے پرانی رسم الخط سے نئی رسم الخط میں دکھایا ہے اور بائیں کالم میں حدیث کے الفاظ ہیں جو مواہب لدنیہ کی روایت سے لئے گئے ہیں جس کا حوالہ اوپر بھی دیا گیا ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم	بسم الله الرحمن الرحيم
من محمد عبدالله	من محمد عبدالله و
ورسوله الى المقوقس عظيم	رسوله الى المقوقس عظيم
القبط سلام على من اتبع	القبط سلام على من اتبع
الهدىٰ امام بعد فانى ادعوك	الهدىٰ اما بعد فانى ادعوك
بداعية الاسلام اسلم تسلم	بداعية الاسلام اسلم تسلم
يوتك الله اجرك مرتين فان	يوتك الله اجرك مرتين فان
توليت فعليك اثم القبط يا	توليت فعليك اثم القبط يا
اهل الكتاب	اهل الكتاب
تعالواالى كلمة سواء بيننا	تعالواالى كلمة سواء بيننا
وبينكما لا نعبدالاالله ولا	وبينكم الا نعبدالاالله ولا
نشرك به شيئاولا يتخذ	نشرك به شيئا ولا يتخذ
بعضنا بعضاً ارباباً من	بعضنا بعضاً ارباباً من دون
دون الله فان تولوا فقولوا	الله فان تولوا فقولوا اشهدوا
اشهدوا بانامسلمون.	بانامسلمون.

نوٹ: معتبر احادیث میں اس نقش کی مہر بنوائے جانے اور تمام خطوط پر جو بادشاہوں کو بھیجے گئے تھے لگائے جانے کی خبر صحیح موجود ہے۔

اب مذکورہ بالا عبارتوں کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ ان میں مطلق کوئی فرق نہیں۔ سوائے لفظ داعیۃ اور دعایۃ کے جن کا مفہوم واحد ہے۔ جہاں تک اصل خط کو دیکھا جاتا ہے۔ داعیۃ پڑھنے والے کی غلطی معلوم ہوتی ہے اور خط میں اصل لفظ دعایۃ ہی معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال اس فرق کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی یہ کوئی فرق نہیں ہے بلکہ درحقیقت روایت اور اصل خط میں ایک حیرت انگیز لفظی مطابقت پائی جاتی ہے اور راویوں نے یہاں تک بھی تصرف نہیں کیا کہ اسی مفہوم کو دوسرے لفظوں میں ادا کر دیا ہو۔

اس اصل خط میں جو دریافت ہوا ہے ایک بات اور نہایت ہی قابل توجہ ہے۔ خط کے آخر پر ایک مہر ہے جس پر نقش محمد رسول اللہ ہے اب اس مہر کی نسبت تمام معتبر احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے اور صرف مہر کے متعلق ہی نہیں بلکہ مہر کے نقش اور اس کی دوسری تفصیلات کے متعلق بھی۔ مہر کے متعلق متواتر روایات آئی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث مختلف روایتوں سے بیان کی گئی ہیں۔

پہلے باب دعاء النبی الی الاسلام میں ہے: عن قتادة قال سمعت انساً رضى الله عنه يقول لما ارادالنبى ﷺ ان يكتب الى الروم قيل له انهم لايقرئون كتاباً الا ان يكون مختوماًفاتخذخاتماً من فضة فكانى انظر الى بياضه ونقش فيه محمدرسول الله اور دوسری جگہ کتاب اللباس میں یہ حدیث ان الفاظ میں موجود ہے۔ عن انس بن مالك رضى الله عنه ان نبى الله ﷺ ارادان يكتب الى رهط لواناس من الاعاجم فقيل له انهم لايقبلون كتاباً الاعليه خاتم فاتخذ النبى ﷺ خاتماً من فضة نقشه محمدرسول الله فكانى بوبيض او ببصيص الخاتم فى اصبع النبى ﷺ اوفى كفه۔ اور اسی باب میں پھر حدیث خاتم کو ان الفاظ میں بیان کیا

ہے۔عن عمررضی الله عنهما قال اتخذ رسول اللهﷺ خاتماً من ورق وكان في يده ثم كان بعد في يدابي بكرثم كان بعدفي يدعمر ثم كان بعدفي يدعثمان حتى وقع بعد في بئراريس نقشه محمدرسول الله اور پانچویں جگہ پھر یہ حدیث انس بن مالک کی روایت سے ان الفاظ میں موجود ہے۔ لماارادالنبی ﷺ ان يكتب الى الروم قيل له انهم لن يقرؤا كتابك اذالم يكن مختوماًفاتخذخاتماً من فضة ونقشه محمد رسول الله كاني انظرالى بياضه في يده ۔ ایسا ہی دوسری کتب صحاح میں بھی یہ حدیث موجود ہے ۔یعنی جب آنحضرت ﷺ نے شاہ روم کو یا عجم کے بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ لوگ خط کو نہیں پڑھتے سوائے اس کے کہ اس پر مرسل کی مہر ہو۔چنانچہ آپ نے ایک مہر چاندی کی تیار کرائی جس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا،اوراس سے خطوط پر مہر لگائی۔ پھر یہ مہر آنحضرت ﷺ کی زندگی میں آپ کے ہاتھ میں رہی۔اور آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں اور حضرت بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں اور حضرت عمر کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں اور پھر خلیفہ ثالث سے یہ مہر ایک کنوئیں میں گر پڑی جس کا نام اریس ہے۔اور پھر نہیں ملی۔غرضیکہ متواتر روایات سے مہر کا اس موقعہ پر بنوایا جانا ثابت ہوتا ہے۔اور یہ بھی صفائی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔اب مقوقس کے اصل خط کے دریافت ہونے نے ان تمام احادیث کی صداقت کو اظہر من الشمس کر دیا ہے کیونکہ اس سے ہمیں یہ پتہ لگتا ہے کہ واقعی خطوط پر مہر لگانے کے لئے ہی یہ مہر تیار کی گئی تھی۔ کیونکہ ان خطوط میں سے جن کا ذکر حدیث میں ہے ایک خط پر یہ مہر موجود ہے اوراس کا نقش بھی وہی ہے جو احادیث میں بیان کیا گیا ہے۔

مگر احادیث سے اس سے زیادہ تفصیلات اس مہر کے متعلق معلوم نہیں ہوتی ہیں۔چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث انس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے عن انس ان ابابكر رضى الله عنه لما استخلف كتب له فكان نقش الخاتم ثلثة اسطر محمدسطر ورسول الله سطـر وزادتي احمدحدثناالانصاري قال حدثني ابي عن ثمامة ....عن انس قال كان خاتم النبي ﷺ في يده وفي يدابي بكر بعده وفي يدعمر بعدابي بكـر فلما كان عثمان جلس على بئراريس قال فاخرج الخاتم فجعل يعبث به فسقط قال فاختلفنا ثلثة ايام مع عثمان فننزح فلم نجده.یعنی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو آپ یعنی انسؓ ان کے احکام لکھا کرتے تھے یعنی زکوۃ وغیرہ کے متعلق اور مہر کا نقش تین سطروں میں تھا۔محمد (ﷺ) ایک سطر، رسول ایک سطر اور اللہ ایک سطر اوراس روایت پر احمد کی روایت میں اس قدر لفظ اور زیادہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی مہر آپ کے دست مبارک میں رہی۔پھر آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں پھر ان کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں، پھر ان کے بعد حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں پھر جب ایک دن حضرت عثمان چاہ اریس پر بیٹھے تھے تو آپ نے انگوٹھی نکالی اوراس کو ہاتھ میں پھیرنے اور ادھر ادھر کرنے لگے تو وہ گر گئی۔پھر تین دن تک ہم حضرت عثمانؓ کے ساتھ اس انگوٹھی کی تلاش میں لگے رہے ۔لیکن انگوٹھی نہ ملی۔اب اس حدیث سے ایک اور بات معلوم ہوئی کہ انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ ایک خاص طرز پر لکھا ہوا تھا اور تینوں لفظ الگ الگ سطروں میں تھے۔اور یہ انگوٹھی جیسا کہ بہت سی روایت سے معلوم ہوتا ہے وہی تھی جو بادشاہوں کے نام خطوط پر مہر لگانے کے لئے تیار کرائی گئی تھی۔فتح الباری میں اس حدیث کے نیچے بعض شیوخ کے اس قول کو نقل کیا ہے ان كتابته كانت من اسفل الى فوق يعني ان الجلالة في اعلىٰ الاسطر الثلثة ومحمدفي اسفلها یعنی مہر کی کتابت کی جو تین سطریں بیان کی گئی ہیں ان کی ترتیب نیچے سے اوپر کو تھی (یعنی اللہ کا نام سب سے اوپر کی سطر میں اور محمد (ﷺ) سب سے نیچے کی سطر میں اس قول کی تضعیف کی گئی ہے ۔مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول کسی حدیث پر مبنی تھا۔جو نہیں ملی۔مگر اب اصل خط کے دریافت ہونے نے اس قول کی تصدیق کر کے اس کو صحیح ثابت کر دیا۔پس اب اگر ہم احادیث کی روایتوں کی بنا پر مہر کر تجویز کرتے تو اس کا نقش بعینہ وہی تجویز کرتے جواب دریافت ہوا ہے۔یعنی اب اس بے نظیر شہادت پر غور کرو جس سے احادیث اسلامی کی صداقت پہلے سے بھی بڑھ کر چمک اٹھی ہے۔ایک پرانی تحریر کے دستیاب ہونے سے اگر احادیث کا اس سے اختلاف ہوتا تو حدیث پر بڑا بھاری حملہ تھا، اوراحادیث کی صداقت معرض خطرہ میں تھی۔ مگر یہی تحریر احادیث کی صداقت پر ایک عظیم الشان گواہ ہوگئی اور نہ صرف ان تمام احادیث کی صداقت ہی اس سے ثابت ہوا۔جن میں بادشاہوں کے نام خطوط کا لکھا جانا اور مہر کا بنوانا اوران خطوط پر لگایا جانا مذکور ہے، بلکہ اس واقعہ سے عام طور پر احادیث کی صداقت پر مہر لگ گئی کہ کسی

قدر سچائی سے صحابہؓ نے واقعات کے بیان کرنے میں کام لیا ہے۔

غرضیکہ مقوقس والا خط ایک بے نظیر شہادت احادیث کی صداقت پر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے مگر اس شہادت کے علاوہ احادیث کی صداقت پر ایک اور بے نظیر شہادت پیش خدمت ہے۔ یہ شہادت نہ صرف یہ کہ احادیث کی صداقت پر ہے بلکہ آنحضرت ﷺ کے الفاظ کا منجانب اللہ ہونا ثابت کرتی ہے۔ یہ ہے احادیث میں پیش گوئیوں کا موجود ہونا اگر اسلام کی تاریخ کو ہم تین زمانوں پر تقسیم کریں یعنی ابتدائی زمانہ، درمیانی زمانہ، اور آخری یا موجودہ زمانہ تو ان تینوں میں ہم ان پیشگوئیوں کا ظہور کھلا کھلا پاتے ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں۔ اور جن سے آنحضرت ﷺ کی صداقت ہر زمانہ میں اپنی چمک دکھاتی رہی ہے اور آپ کی برکات کا ہر زمانہ میں جاری رہنا ثابت ہوتا ہے۔ کفار پر آنحضرت ﷺ اور دین اسلام کے غالب آنے کی پیش گوئیاں کھلے کھلے الفاظ میں قرآن کریم کی مکی سورتوں میں موجود ہیں۔ مگر اس جگہ میرا منشاء صرف ان پیشگوئیوں کے بیان کرنے کا ہے جو احادیث میں ہیں۔ ایسی پیشگوئیاں بکثرت ہیں مگر نمونہ کے طور پر صرف ایک دو نمونے پیش خدمت ہے۔ مثلاً حدیث میں یہ پیشگوئی موجود ہے کہ صحابہؓ شام اور ایران کو فتح کرلیں گے۔

یہ پیشگوئی اس وقت کی ہے جب جنگ احزاب کے وقت خندق کھودی جارہی تھی۔ احمد، نسائی، بیہقی، طبرانی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اصل حدیث یہ ہے کہ اول راوی براء بن عازب صحابی ہیں۔ قال لماکان حین امرنا رسول الله بحفرالخندق عرضت لنافی بعض الخندق صخرة لاتاخذفيها المعادل فاشتكينا ذالك الى النبیﷺ فجاء فاخذالمعول فقال بسم الله فضرب ضربة فكسرثلثها وقال الله اكبر اعطيت مفاتيح الشام والله ان لابصر قصورها الحمر الساعة ثم ضرب الثانية فقطع الثلث الاخر فقال الله اكبر اعطيت مفاتيح فارس والله انى لابصر قصر المدائن ابيض ثم ضرب الثالثة فقال بسم الله فقطع بقية الحجر فقال الله كبر اعطيت مفاتيح اليمن والله انى لابصر ابواب صنعاء من مكانى هذا الساعة........ اور بعض روایتوں میں آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں فطرح المسلمون واستبشروا۔ یعنی خندق میں ایک پتھر کو توڑتے وقت آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے شام کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور میں اس کے سرخ محلوں کو اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ اور پھر فرمایا کہ مجھے فارس کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ اور میں اس جگہ سے اس کے سفید محلوں کو دیکھ رہا ہوں اور ایسا ہی یمن کے متعلق فرمایا کہ اس کی کنجیاں مجھ کو دی گئی ہیں۔ اور یہ اس حال میں فرمایا جب آپ ایک پتھر کو توڑ رہے تھے۔ آپ نے اس پتھر کو تین ضربوں میں توڑا اور ہر ایک ضرب کے بعد ایک پیشگوئی کی۔ گویا اس پتھر کا توڑنا بطور ایک فال کے تھا کہ یہ سلطنتیں آپ کے صحابہ کے آگے اسی طرح ٹوٹ جائیں گی۔

لیکن اس کے علاوہ اس کے ایک اور ثبوت بھی یہ احادیث اپنی صداقت کا رکھتی ہیں اور وہ یہ ہے کہ ایسی ہی پیشگوئیاں درمیانی زمانہ کے متعلق بھی پائی جاتی ہیں اور وہ قطعی ثبوت آنحضرت ﷺ کی زبان سے ہونے کا اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اس طرح پر کہ حدیث کی اکثر کتابیں جن میں پیشگوئیاں درج ہیں۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں اکٹھی ہو کر دنیا میں شائع ہو چکی تھیں اور درسوں میں پڑھائی جاتی تھیں۔ اور لاکھوں انسان اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ اب انہیں کتابوں میں ہم وہ حدیثیں پاتے ہیں جن میں ایسی پیشگوئیاں مذکور ہیں جو صدہا سال بعد پوری ہوئیں اور بسبب اس کے کہ کثرت سے لوگوں کے درمیان شائع ہو چکی تھیں۔ ان کے پورا ہونے پر اہل علم نے ان واقعات کو لکھا اور خدا کا کلام پورا ہونے پر خوشی ظاہر کی۔ اس طرح پر یہ احادیث نہ صرف اپنی صداقت کا ثبوت ہی اپنے اندر رکھتی ہیں بلکہ ان دوسری احادیث کی صداقت پر بھی شاہد ہیں جن میں وہ پیشگوئیاں موجود ہیں جو جمع احادیث سے پہلے زمانہ میں پوری ہو چکی تھیں۔ (جاری)

☆☆☆

ضروری گذارش

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کے تمام ممبران اور قارئین ماہنامہ چودھویں صدی سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ رسالہ ہذا کے لئے حالات حاضرہ پر مبنی اسلامی وفکری، ادبی وسماجی مضامین ارسال فرمانے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔ ادارہ آپ کے مضامین کو شکریہ کے ساتھ شائع کرے گا۔ ماہنامہ چودھویں صدی سے متعلق اپنی آراء سے بھی نوازتے رہیں، تاکہ رسالہ کو مزید خوبصورت اور معیاری بنایا جاسکے۔ (ادارہ)

عیدالاضحیٰ اسلام کا ایک مہتم بالشان تہوار

(احکام ومسائل پر ایک نظر)

ادارہ

عیدالاضحیٰ اسلام میں ان دو بڑے تہواروں میں سے ایک ہے جس کو مذہبی سند حاصل ہے اس میں دو رکعت نماز با جماعت ادا کی جاتی ہے اور اس کے بعد خطبہ دیا جاتا ہے۔ عید کے معنی بار بار آنے والی خوشی اور اضحیٰ اضحات کی جمع ہے جس کے معنی قربانی کے ہیں عیدالاضحیٰ کی تیاری عیدالفطر اور نماز جمعہ کی تیاری سے ملتی جلتی ہے۔ ہر مسلمان کو اس دن غسل کرنا چاہئے۔ بہترین لباس پہننا اور خوشبو لگانی چاہئے اور صفائی ستھرائی کی ہر ممکن وآسان کوشش کرنی چاہئے عید کا اجتماع کسی کھلی جگہ میں زیادہ مستحسن ہے اگر کھلی جگہ میسر نہ ہو تو مسجد استعمال کی جاسکتی ہے۔ نماز عید کے لئے اذان نہیں دی جاتی اور نہ اقامت پڑھی جاتی ہے خواتین کو نماز عید کے موقعہ پر حاضر ہونے کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے عید کی نماز کا وقت طلوع آفتاب کے بعد زوال سے ماقبل تک ہے۔

نماز عیدین

دونوں عیدوں کی نماز دو دو رکعت با جماعت پڑھی جاتی ہیں امام نماز جمعہ کی طرح سورہ فاتحہ اور قرآن کا کوئی ایک حصہ بلند آواز سے پڑھتا ہے نماز عیدین میں متعدد اور تکبیریں کہی جاتی ہیں علاوہ ان تکبیروں کے جو ہیتوں کی تبدیلی پر بولی جاتی ہیں ثقہ ترین سند کی رو سے ان زائد تکبیروں کی تعداد سورہ فاتحہ سے پہلے سات تکبیریں پہلی رکعت میں اور پانچ تکبیریں دوسری رکعت میں کہی جاتی ہیں۔ امام ان تکبیروں کو آواز بلند ادا کرتا ہے اور ہر تکبیر پر اپنے ہاتھ کانوں تک اُٹھاتا ہے اور پھر چھوڑ دیتا ہے۔ مقتدی بھی اسی طرح اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے اور چھوڑ دیتے ہیں۔

عید کا خطبہ

عید کا خطبہ نماز ختم ہونے کے بعد دیا جاتا ہے خطبہ کا طریق اور اس کا مضمون خطبۂ جمعہ کی طرح ہوتا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ خطبہ جمعہ میں امام دوران خطبہ ایک دفعہ کچھ لحہ بیٹھ کر پھر خطبہ دیتا ہے۔ لیکن عید کے خطبہ کو اس طرح دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا جاتا۔ حضرت نبی کریم کا عمل یہ تھا کہ آپ مستورات کو الگ خطاب فرماتے تھے اور انہیں حکم تھا کہ وہ سب شریک اجتماع ہوں۔

عید کے صدقات:

عیدالاضحیٰ کا تہوار صدقہ وخیرات کا بڑا موقع فراہم کرتا ہے اس دن جانوروں کی قربانیاں قوم کے غرباء کو اس تہوار کے منانے کے لئے صرف گوشت کی ضیافت ہی مہیا نہیں کرتیں بلکہ اگر قربانی کے جانوروں کی کھالوں سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس سے غرباء کی حالت کو سدھارنے یا قوم کی بھلائی کے کاموں کے لئے قومی فنڈ بہت مضبوط ہوسکتا ہے، اور بیت المال کا نظام دوبارہ معرض وجود میں آسکتا ہے۔

جن مقامات میں قربانی کا گوشت آبادی کی ضرورت سے زیادہ ہوجائے اسے خشک کرکے فروخت کیا جاسکتا ہے اور جو آمد اس طرح سے حاصل ہو اسے رفاہ عام کے کاموں میں لگایا جاسکتا ہے۔

زائد گوشت کے ذخیرہ کو کسی مصرف میں لانے کے بجائے دفن کر دینا اسلامی اسپرٹ کے خلاف ہے۔ یاد رکھئے اسلام انسان کے قدرتی ذرائع کو ضائع کرنے کی کبھی اجازت نہیں دیتا، اسلام نے اپنے تمام صدقات وخیرات کو ایسے طریق پر منظم کیا ہے کہ وہ بہترین مصرف میں لگائے جاسکتے ہیں۔

ان صدقات کے جو عیدین کے لئے بطور فرض کے ہیں ان کے علاوہ بھی حضرت نبی کریم ﷺ عیدین کے خطبہ میں لوگوں کو اہم قومی امور کے لئے جو کچھ وہ بطیب خاطر دے سکیں، دینے کی نصیحت فرمایا کرتے تھے اور ایسے موقعوں پر مردوں کے علاوہ خواتین کی طرف سے زیورات وغیرہ دئے جانے کے تذکرے احادیث میں آتے ہیں۔ اگر آج بھی حضرت نبی آخرالزماں ﷺ کے ارشادات گرامی کی صدق دل سے تعمیل کی جائے تو اسلام کے عیدین کے یہ دو تہوار قومی فنڈز کو مضبوط بنانے اور غرباء کی امداد کے لئے نہایت موزوں مواقع ہیں۔

قربانی

عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر ہر ایک مسلمان جس کو مقدرت ہو ایک جانور کی قربانی کرتا ہے بکری یا بھیڑ کی صورت میں ایک آدمی کے لئے ایک جانور کی قربانی دینی چاہئے ۔اور گائے یا بڑے جانور میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں ۔قربانی نماز عید کے بعد کی جاتی ہے قربانی یا تو عید کے دن یا اس کے بعد دو یا تین دن تک کی جا سکتی ہے ان دنوں کو ایام تشریق کہا جاتا ہے اور یہ وہ دن ہوتے ہیں جب حاجی منیٰ میں قیام کرتے ہیں مگر دو دن کی میعاد زیادہ قابل ترجیح ہے کیوں کہ حاجیوں کو دو دن کے بعد جانے کی اجازت ہے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه ومن تاخر فلا اثم علیه (سورۃ البقرہ ۲۰۳) پھر جو کوئی جلدی کر کے دو دن میں چلا جائے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس سے تاخیر ہو جائے، اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ۔قربانی کا جانور اچھا پلا ہوا پوری عمر (مسنہ) اور جسمانی عیب سے پاک ہونا چاہئے بکرا یا بھیڑ ایک سال اور گائے ،بھینس دو سال اور اونٹ پانچ سال کا ہونا چاہئے ۔قربانی کے گوشت کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے:۔

فکلوا منها واطعموا القانع والمعتر (سورۃ الحج ۳۶)

"ان سے خود بھی کھاؤ اور سوال نہ کرنے والے اور سوال کرنے والے دونوں کو کھلاؤ"

اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ استعمال سے زائد بچے ہوئے گوشت خشک کر کے فروخت کیا جائے اور اس کی آمد غرباء یا مناسب مصرف پر صرف کی جائے ۔یہ خیال کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ عرصہ تک ذخیرہ نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی تین دن کے بعد کھانا چاہئے ۔سنتِ نبوی کے خلاف ہے "(پہلے) حضرت جابر ابن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی قربانیوں کا گوشت منیٰ کے تین دنوں سے زیادہ نہیں کھایا کرتے تھے، حضرت نبی کریم ﷺ نے ہمیں تین دن کے بعد بھی اس کو کھانے کی اجازت دی اور فرمایا" اسے کھاؤ اور بطور زادِ راہ بھی لے لو۔" اس پر ہم نے خود بھی کھایا اور اسے زادِ راہ بھی بنایا۔ (بخاری کتاب المناسک)

کیا قربانی کی بجائے صدقہ دیا جاسکتا ہے

ایک سطحی دماغ یہ خیال کر سکتا ہے کہ قربانی کا مقصد خیرات وصدقات سے زائد کچھ نہیں اور اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ایک مسلمان بجائے ایک جانور کی قربانی کے اس کی قیمت بطور صدقہ نہیں دے سکتا؟ ظاہر ہے اس کا جواب نفی میں ہے۔عیدالاضحیٰ کی تقریب پر مسلمانانِ عالم کے قربانی کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں اور مرکز اسلام مکہ معظمہ کے بے نظیر اجتماع میں جمع ہونے والوں کے قلوب ایک ہی جذبہ سے سرشار اور ایک ہی رنگ میں رنگین نظر آئیں۔اس دن ہزاروں لاکھوں انسان زندگی کے تمام عیش وآرام کو ترک کر کے دنیا کے مختلف حصوں سے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں جن کا مطمح نظر صرف قربانی کے جذبہ کو پروان چڑھانا اور تقریب دینا ہوتا ہے۔یہ ایسی بے نظیر قربانی ہے جس میں نفس کا ذرہ بھر شائبہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں کوئی ذاتی منفعت مدنظر نہیں ہوتا۔ یہ خالصاً لوجہ اللہ ہوا کرتی ہے۔اس اجتماعی قربانی کے ماحول میں جو لوگ حقیقتاً اس عدیم النظیر قربانی میں حصہ لینے سے محروم رہ جاتے ہیں ان کے دل میں بھی وہی تڑپ وجذبہ موجزن ہوتا ہے۔ایک جانور کی قربانی کے ظاہری فعل سے جو حج کا آخری رُکن ہے دراصل یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ وہ اس عظیم الشان قربانی کے لئے ہمہ تن حاضر ہیں۔ یہ قربانی کا جذبہ تمام دنیائے اسلام کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک ہی وقت میں حرکت میں لے آتا ہے اور یہ صرف اجتماعی قربانی کے نظام کا نتیجہ ہے جس کا اندازہ خواندہ اور ناخواندہ سب یکساں طور پر کرتے ہیں۔یہ امر کہ اس نظام سے خیرات کا مقصد بھی پورا ہونا چاہئے ایک الگ مدعا ہے۔اسلام ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا کہ امراء تہوار کی خوشی کے موقعہ پر اپنے غریب بھائیوں کو بھول جائیں۔لیکن حج یا عید کے موقعہ پر قربانی کا اصل مقصد و مدعا صدقہ یا خیرات نہیں۔اسی لئے کوئی صدقہ یا خیرات قربانی کا قائم مقام نہیں ہوسکتا۔

برادران اسلام! اگر آپ ان فرائض کو اسلامی منشا کے مطابق انجام دینا چاہتے ہیں اور کچھ امور غور طلب ہیں تو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے رجوع فرمائیں۔یہ انجمن اسلامی فرائض کو بعینہ اس کے منشا کے مطابق اجتماعی وجمہوری شکل میں حسب حکم الٰہی ایک امیر کی اطاعت میں سرانجام دینے پر گامزن ہے۔ بفضلہ تعالیٰ اس کی شاخیں دنیا کے مختلف ممالک میں قائم ہیں اور اس کا صدر دفتر (ہیڈ آفس) لاہور میں واقع ہے۔آپ انجمن کا مکمل تعارف رسالہ کے آخری صفحہ انجمن کے ویب سائٹ سے بھی گھر بیٹھے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

☆☆☆

یوم الاضحی

حضرت مجدد صد چہار دہم ؒ

اے خدا کے بندے! اپنے اس دن میں کہ جو بقر عید کا دن ہے غور کرو اور سوچو کیوں کہ ان قربانیوں میں عقلمندوں کے لیے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس دن بہت سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور کئی گلے اونٹوں کے اور کئی گلے گائیوں کے ذبح کرتے ہیں اور کئی ریوڑ بکریوں کے قربانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے کیا جاتا ہے اور اسی طرح زمانہ اسلام کے ابتدا سے ان دنوں تک کیا جاتا ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ قربانیاں جو ہماری اس روشن شریعت میں ہوتی ہیں احاطہ شمار سے باہر ہیں اور ان کو ان قربانیوں پر سبقت ہے کہ جو نبیوں کی پہلی امتوں کے لوگ کیا کرتے تھے اور ان قربانیوں کی کثرت اس حد تک پہنچ گئی کہ ان کے خون سے زمین کا منہ چھپ گیا ہے یہاں تک کہ اگر ان کے خون جمع کئے جائیں اور ان کے جاری کرنے کا ارادہ کیا جائے تو البتہ ان سے نہریں جاری ہو جائیں اور یہ دریا بہہ نکلیں، اور زمین کے تمام نشیبوں اور وادیوں میں خون رواں ہونے لگے اور یہ کام ہمارے دین میں ان کاموں میں سے شمار کیا گیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے قرب کا موجب ہوتے ہیں اور اس سواری کی طرح یہ سمجھے گئے ہیں کہ جو اپنی سیر میں بجلی سے مشابہ ہو جس کو بجلی کی چمک سے مماثلت حاصل ہو اور اسی وجہ سے ان ذبح ہونے والے جانوروں کا نام قربانی رکھا گیا، کیونکہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قرب اور ملاقات کا موجب ہیں اس شخص کے لیے کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمان داری سے ادا کرتا ہے اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگتر عبادتوں میں سے ہیں اور اسی لیے قربانی کا نام عربی میں نسیکہ ہے، اور نسک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی نسک ان جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے جن کا ذبح کرنا مشروع ہے پس یہ اشتراک کہ جو نسک کے معنوں میں پایا جاتا ہے۔ قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مع اس کی تمام قوتوں اور مع اس کے ان مجبوریوں کے جن کی طرف اس کا دل کھینچا گیا ہے، اپنے رب کی رضا جوئی کے لیے ذبح کر ڈالا ہے۔ اور خواہش نفسانی کو دفع کیا یہاں تک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اور نابود ہو گئیں۔ اور وہ خود بھی گداز ہو گیا اور اس کے وجود کا کچھ نمود نہ رہا اور چھپ گیا اور فنا کی تند ہوائیں اس پر چلیں اور اس کے وجود کے ذرات کو اس ہوا کے سخت دھکے اڑا کر لے گئے۔ اور جس شخص نے ان دونوں مفہوموں میں کہ جو باہم نسک کے لفظ میں مشارکت رکھتے ہیں غور کی ہوگی اور اس مقام کو مدبر کی نگاہ سے دیکھا ہوگا، اور اپنے دل کی بیداری اور دونوں آنکھوں کے کھولنے سے پس و پیش کو زیر نظر رکھا ہوگا۔ پس اس پر پوشیدہ نہیں رہے گا اور اس امر میں کسی قسم کی نزاع اس کے دامن کو نہیں پکڑے گی کہ یہ دو معنوں کا اشتراک کہ جو نسک کے لفظ میں پایا جاتا ہے اس بھید کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عبادت جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے وہ اس نفس امارہ کا ذبح کرنا ہے کہ جو برے کاموں کے لیے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے اور ایسا حاکم ہے کہ ہر وقت وہ بدی کا حکم دیتا رہتا ہے پس نجات اس میں ہے کہ اس برا حکم دینے والے کو انقطاع الی اللہ کے کاروں سے ذبح کر دیا جائے اور خلقت سے قطع تعلق کر کے خدا تعالیٰ کو اپنا مونس اور آرام جان قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ انواع و اقسام کی تلخیوں کو برداشت بھی کی جائے۔ نفس غفلت کی موت سے نجات پاوے اور یہی اسلام کے معنی ہیں اور یہی کامل اطاعت کی حقیقت ہے اور مسلمان وہ ہے جس نے اپنا منہ ذبح ہونے کے لیے خدا تعالیٰ کے آگے رکھ دیا ہو اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کے لیے قربان کر دیا ہو اور ذبح کے لیے پیشانی کے بل اس کو گرا دیا ہو اور موت سے ایک دم غافل نہ ہو پس حاصل کلام یہ ہے کہ ذبیحہ اور قربانیاں اسلام میں مروج ہیں وہ سب اسی مقصود کے لیے جو بذل نفس ہے جو بطور یاد دہانی ہیں اور اس مقام کے حاصل کرنے کے لیے ایک ترغیب ہے اور اس حقیقت کے لیے جو سلوک تام کے بعد حاصل ہوتی ہے ایک ارہاص ہے۔ پس ہر ایک مرد مومن اور عورت مومنہ پر جو خدائے ودود کی رضا کی طالب ہے واجب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھے اور اس کو اپنے مقصود کا عین قرار دے

اوراس حقیقت کو اپنے نفس کے اندرداخل کرے یہاں تک کہ وہ حقیقت ہرذرہ وجود میں داخل ہوجائے اورراحت اختیار نہ کرے جب تک کہ اس قربانی کو اپنے رب معبود کے لیے ادا نہ کرے، اورجاہلوں اور نادانوں کی طرح صرف نمونہ اور پوست بے مغز پرقناعت نہ کر بیٹھے۔ بلکہ چاہئے کہ اپنی قربانی کی حقیقت کو بجالائے اوراپنی ساری عقل کے ساتھ اوراپنی پرہیزگاری کی روح سے قربانی کی روح کو ادا کرے۔ یہ وہ درجہ ہے جس پر سالکوں کا سلوک انتہا پذیر ہوتا ہے اور عارفوں کا مقصد اپنی غایت کو پہنچتا ہے اوراس پر تمام درجے پرہیزگاروں کے ختم ہوجاتے ہیں اورسب منزلیں راستبازوں اور برگزیدوں کی پوری ہوجاتی ہیں اور یہاں تک پہنچ کر سیر اولیاء کا اپنے انتہائی نقطہ تک جاپہنچتا ہے اور جب تو اس مقام تک پہنچ گیا تو تونے اپنی کوشش کو انتہاء تک پہنچادیا، اورفنا کے مرتبہ تک پہنچ گیا۔ پس اس وقت تیرے سلوک کا درخت اپنے کامل نشوونما تک پہنچ جائے گا، اورتیری روح کی گردن تقدس اور بزرگی کے مرغزار کے نرم سبزہ تک پہنچ جائے گی۔ اس اونٹنی کی مانند جس کی گردن لمبی ہو، اوراس نے اپنی گردن کو ایک سبز درخت تک پہنچادیا ہواوراس کے بعد حضرت احدیت کے جذبات ہیں اورخوشبوئیں ہیں اورتجلیات ہیں تا وہ بعض ان رگوں کو کاٹ دے جو بشریت میں سے باقی رہ گئی ہوں، اور بعد اس کے زندہ کرنا ہے اور باقی رکھنا اورقریب کرنا اس نفس کا جو خدا کے ساتھ آرام پکڑ چکا ہے جو خدا سے راضی اور خدا اس سے راضی اورفنا شدہ ہے تاکہ یہ بندہ حیات ثانی کے بعد قبول فیض کے لیے مستعد ہوجائے اوراس کے بعد انسان کامل کو حضرت احدیت کی طرف سے خلافت کا پیرایہ پہنایا جاتا ہے۔ اوررنگ دیا جاتا ہے الوہیت کی صفتوں کے ساتھ۔ اور یہ رنگ ظلی طور پر ہوتا ہے۔ تامقام خلافت متحقق ہوجائے اور پھر اس کے بعد خلقت کی طرف اترتا ہے تا ان کو روحانیت کی طرف کھینچے اورزمین کی تاریکیوں سے باہر لاکر آسمانی نوروں کی طرف لے جائے اور یہ انسان ان سب کا وارث کیا جاتا ہے جو نبیوں اور صدیقوں اوراہل علم اوردرایت میں سے اورقریب اورولایتوں کے سورجوں میں سے۔ اس سے پہلے گذرچکے ہیں اوردیا جاتا ہے اس کو علم اولین کا اور معارف گذشتہ اہل بصیرت اورحکماء ملت کے تا اس کے لیے مقام وراثت متحقق ہوجائے۔ پھر یہ بندہ زمین پر ایک مدت تک جو اس کے رب کے نور کے ساتھ روشن کرچکا یا امرتبلیغ کو بقدر کفایت پورا کردیا۔ پس اس وقت اس کا نام پورا ہوجاتا ہے اوراس کا رب اس کو بلاتا ہے اوراس کی روح اس کے نقطہ نفسی کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور یہی رفع کے معنی ہیں ان کے نزدیک جو اہل علم اورمعرفت ہیں اورمرفوع وہ ہے جس کو اس محبوب کے ہاتھ سے جام وصال پلایا جاتا ہے جو حسن وجمال کا دریا ہے، اورربوبیت کی چادر کے نیچے داخل کیا جاتا ہے باوجود اس بات کے کہ عبودیت ابدی طور پر رہتی ہے اور یہ وہ آخری مقام ہے جس تک ایک حق کا طالب انسانی پیدائش میں پہنچ سکتا ہے۔ پس اس مقام سے غافل مت ہو، اے مخلوق کی گروہ اورنہ اس بھید سے غافل ہو جو قربانیوں میں پایا جاتا ہے، اورقربانیوں کو اس حقیقت کے دیکھنے کے لیے آئینوں کی طرح بنادو اوران وصیتوں کو مت بھلاؤ۔ اوران لوگوں کی طرح مت ہوجاؤ، جنہوں نے اپنے خدا اوراپنی موت کو بھلا رکھا ہے اور اس پوشیدہ بھید کی طرف خداتعالیٰ کی کلام میں اشارت کی گئی ہے۔ چنانچہ خدا جو اصدق الصادقین ہے اپنے رسول کو فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو کہہ دے کہ میری نماز اورمیری عبادت اورمیری موت سب اس خدا کے لیے ہے جو پروردگار عالمیان ہے۔ پس دیکھ کہ کیونکہ نسک کے لفظ کی حیات اور ممات کے لفظ سے تفسیر کی ہے اوراس تفسیر سے قربانی کی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے پس اے عقلمندو اس میں غورکرو اورجس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کرکے قربانی ادا کی اورصدق دل اورخلوص نیت کے ساتھ ادا کی۔ پس بہ تحقیق اس نے اپنی جان اوراپنے بیٹوں اوراپنے پوتوں کی قربانی کردی، اوراس کے لیے اجرعظیم ہے۔ جیسا کہ ابراہیم کے لیے اس کے رب کے نزدیک اجر تھا اوراسی کی طرف ہمارے سید برگزیدہ اوررسول برگزیدہ نے جو پرہیزگاروں کا امام اورانبیاء کا خاتم ہے، اشارہ کیا اورفرمایا: خدا کے بعد سب سچوں سے زیادہ سچا ہے۔ یہ تحقیق قربانیاں وہی سواریاں ہیں کہ جو خداتعالیٰ تک پہنچاتی ہیں اورخطاؤں کو محو کرتی ہیں یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں پیغمبر خدا ﷺ سے پہنچیں جو سب مخلوق سے بہتر ہیں ان پر خداتعالیٰ کا سلام اوربرکتیں ہوں اورآنجناب نے ان کلمات میں قربانیوں کی حکمتوں کی طرف فصیح کلموں کے ساتھ جو موتیوں کی مانند ہیں اشارہ فرمایا ہے۔ پس افسوس اورکمال افسوس ہے کہ اکثر لوگ ان پوشیدہ نکتوں کو نہیں سمجھتے اوراس وصیت کی پیروی نہیں کرتے۔

رسول اللہ ﷺ بھی حقیقی قربانیوں کا کامل نمونہ دکھانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ جیسے آپ لوگ بکری، اونٹ، گائے، دنبہ ذبح کرتے ہو۔ ایسا ہی وہ زمانہ گذرا ہے کہ آج سے تیرہ سو سال پیشتر خداتعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے۔ حقیقی طور پر عیدالاضحیٰ وہی تھی، اوراسی میں ضحیٰ کی روشنی تھی۔ یہ قربانیاں اس کا لب نہیں، (باقی صفحہ ۱۹ پر)

یادگار ابراہیمؑ

حضرت مولانا صدرالدینؒ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو تلقین فرمائی کہ بت پرستی چھوڑ دو۔ ایک خدا پر ایمان لاؤ۔ صرف اسی کی پرستش کرو، اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ قوم نے حضرت ابراہیمؑ کی بڑی شدومد کے ساتھ مخالفت کی اور کہا کہ یہ ہمارے مذہب کا دشمن ہے۔ ہمارے بتوں کو برا سمجھتا ہے۔ لہٰذا اسے جان سے ماردو۔ ابنوا له بنیاناً اس کے لیے ایک چتا تیار کرو۔ فالقوہ فی الجحیم اور اس کو نذر آتش کردو۔ فارادوبه کیداً۔ چنانچہ قوم نے بڑے انتظام واہتمام کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کو ختم کردینے کی تدبیر کی۔ فجعلنھم الاسفلین۔ لیکن ہم نے ان کی تمام تدبیریں خاک میں ملادیں۔ غور کرو کہ ایک قوم خدا کے مقرب بندے کی مخالفت کرکے کس طرح خود ہی برباد ہوگی۔

جب قوم نے ہر طرح سے حضرت ابراہیم کے خلاف اقدام کئے ان کو مصائب ومشکلات میں ڈالا۔ تو حضرت ابراہیم نے کہا انی ذاھب الی ربی سیھدین۔ میں اس وطن کو چھوڑ دیتا ہوں اور خدا کے پاس چلا جاتا ہوں۔ خدا کہاں ہے؟ مطلب یہ ہے کہ جہاں خدا کا حکم ہو وہاں میں اس کی رضا کے لیے چلا جاؤں گا۔ مگر اکیلا ہوں، بوڑھا ہوں، ساتھی اور ہمراہی نہیں۔ اس لیے آپ خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ رب ھب لی من الصالحین میرے رب میں تنہا رہ گیا ہوں۔ قوم میرا ساتھ نہیں دیتی۔ ایک بیٹا مجھے عطا کر۔ جو صالحین میں سے ہو۔ خدا نے یہ دعا قبول فرمائی۔ فبشرنه بغلام حلیم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک قابل اور بردبار بچے کی بشارت دی۔

بچہ پیدا ہوا، پرورش پائی، فلما بلغ معه السعی۔ جب اس عمر کو پہنچا کہ بوڑھے باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہوسکے تو باپ نے اسے کہا یابنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحك۔ پیارے بیٹے! میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں۔ فانظر ماذاتریٰ کہئے تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے۔ غور کیجئے، قوم نے ایک شخص کو نکال دیا۔ بے گھر بے وطن کردیا۔

تن تنہا تھا، بڑھاپے کی عمر تھی، کوئی معاون ومددگار خدا کے سوا نہیں۔ دعاؤں کے طفیل بچہ پیدا ہوا۔ جو بڑھاپے کا سہارا ہے۔ ماں باپ کی آنکھ کا نور ہے۔ جب جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے تو حضرت ابا جان کہتے ہیں۔ اے میرے لخت جگر! مجھے خواب آئی ہے کہ میں تمہیں ذبح کررہا ہوں۔ کہئے آپ کی کیا رائے ہے۔

اس جگہ والدین کے لیے سبق ہے کہ نوجوان اولاد کو کس طرح مخاطب کرنا چاہئے۔ اولاد سے گفتگو کا ایک انداز قرآن نے یہاں بیان کیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے سے کہا یابنی، اے میرے پیارے بیٹے! باپ نے اولاد کا اکرام کیا ہے۔ فانظر ماذاتریٰ کہئے آپ کی کیا مرضی ہے۔ یہ تکریم ہے تحکم نہیں کہ آؤ میں تمہیں ذبح کرتا ہوں بیٹے کا جواب بھی سن لیجئے۔ قال یاابت افعل ماتومر۔ حضرت ابا جان! جو کچھ آپ کو حکم ہوا ہے اس کو بجالائیے۔ میری مرضی وہی ہے جو خدا کی مرضی ہے۔ ستجدنی انشاء اللہ مع الصابرین۔ آپ مجھے ذبح کریں۔ میں کوئی دم نہیں ماروں گا۔ خدا نے چاہا تو مجھے آپ صابر پائیں گے۔ فلما اسلما۔ باپ بیٹے کو ذبح کرنے کو تیار ہے اور بیٹا ذبح ہونے کو تیار ہے۔ دونوں نے عملاً خدا کے حکم کی فرمانبرداری کی اور عملاً اپنا مسلمان ہونا ثابت کردکھایا اور دونوں نے اس زبردست امتحان میں ثابت قدمی دکھائی۔ واذابتلیٰ ابراھیم ربه بکلمات۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کا چند امور میں امتحان لیا۔ فاتمھن وہ ان سب میں پورے اترے وہ امور کیا تھے؟ ایک تو یہ کہ قوم نے ان کو جلانے کا فیصلہ کیا۔ وہ ڈرے نہیں اور رضائے الٰہی کے ماتحت جل مرنے کو تیار ہوگئے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اشارہ پاکر اپنے اکلوتے اور پیارے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ اور بیٹے نے بھی باپ کے کہنے پر رضائے الٰہی کے سامنے سر جھکادیا۔ اور دونوں امور میں وہ پورے اترے۔

وتله للجبین۔ باپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے اوندھے منہ لٹادیا۔ تاکہ اس کا چہرہ نظر نہ آئے۔ اور آنکھیں دوچار ہونے کی وجہ سے رحم نہ آجائے۔ اور کہیں ایسا نہ ہو کہ اولاد کی محبت خدا کی محبت پر غالب آجائے۔ چھری پھرنے ہی کو تھی نادینه ان یا ابراھیم۔ خدا!

کی طرف سے آواز آئی۔ ابراہیم ٹھہرو! رک جاؤ!! بس اتنا ہی کافی ہے۔ قد صدقت الرؤیا۔ آپ نے خواب کو سچ کر دکھایا ہے۔ اب آپ کی آزمائش ہو چکی ہے۔ انا كذالك نجزى المحسنين ہم اس کی فرمانبرداری کرنے والوں کے لیے بہت بڑا اجر رکھتے ہیں۔ ان هذا هوالبلاء المبين۔ یقیناً یہ بہت بڑا امتحان تھا۔ اور تمہاری فرمانبرداری کی یہ کھلی کھلی آزمائشیں تھیں۔ وفدينه بذبح عظيم۔ ہم نے اس فرمانبرداری کا آپ کو یہ اجر دیا ہے کہ تمہاری فرمانبرداری کی یادگار قائم رکھنے کے لیے، ہم نے جانوروں کی قربانی دینا مقرر کر دیا ہے و تركناه في الآخرين، اس یادگار کو ہم نے پچھلی قوموں میں قائم کر دیا ہے۔ آنے والی قومیں اس یادگار کو مناتی رہیں گی۔ یہ ہے اجر حضرت ابراہیمؑ کی فرمانبرداری اور تسلیم ورضا کا۔ سلام على ابراهيم۔ ابراہیم پر سلامتی ہو۔

دو ہستیاں ایسی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے بلند مقام عطا کیا ہے اور ان کے افعال کو رہتی دنیا تک بطور یادگار قائم رکھا ہے۔ ایک حضرت ابراہیم ہیں اور دوسری ہیں حضرت ہاجرہؑ۔ دونوں کا مقام بہت بلند ہے اس لیے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں بڑی بڑی مشکلوں کا سامنا کیا۔ اور بڑی بڑی آزمائشوں میں پورے اترے۔ حضرت ابراہیم کے متعلق فرمایا: واذ جعلنا البيت مثابة للناس۔ ابراہیم کے تعمیر کردہ اس مکان کو ہم نے یادگار بنا دیا ہے۔ اس مکان کی زیارت کے لیے بار بار لوگ آئیں گے وہ مکان کہاں واقعہ ہے۔ وہ وادی غیر ذی زرع ہے۔ جہاں کسی سبزی کا نشان نظر نہیں آتا۔ جو بالکل ریگستان ہے۔ بے آب و گیاہ ہے۔ دریا نہیں چلتے، چشمے نہیں بہتے۔ سبزی تری وہاں نہیں ہوتی۔ خشک اور چٹیل میدان ہیں۔ اس وادی غیر ذی زرع میں ابراہیم اللہ کا گھر بناتے ہیں۔ خدا ان کے خلوص اور نیت کی قدر کرتا ہے اس عمارت کو مثابة للناس بنا دیتا ہے اور مرجع خلائق ہو جاتی ہے۔ وہاں لوگ بار بار آتے ہیں۔

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلىٰ۔ مقام ابراہیم کو قبلہ نماز بناؤ۔ اس طرح خدا نے قوموں کے باپ حضرت ابراہیم کو بڑا بلند مقام عطا کیا ہے اور ان کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ نے اس مقام کی سربلندی کو قائم رکھا ہے۔ حضور نے اپنی مسجد نبوی کی تعمیر کی۔ لیکن یہ بھی نہیں کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے مقام کو چھوڑ کر میری مسجد کو قبلہ بناؤ۔ اور اس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرو۔ بلکہ حضور نے قوموں کے باپ حضرت ابراہیم کے مقام کو قبلہ بنا دیا جو بین الاقوامی اتحاد کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضور کے اس ایثار کی قدر کی فرمایا۔ ورفعنالك ذكرك، ہم نے تیرے ذکر کو بڑی رفعت دی اور بلندی عطا کی ہے۔ لہٰذا تیری یاد قیامت تک لوگوں کے دلوں میں تازہ رہے گی۔

اسی طرح حضرت ہاجرہ کی قربانی کی وجہ سے ان کے افعال کو یادگار بنا دیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ہاجرہ اپنے پیاسے بیٹے کی پیاس بجھانے کے لیے پانی کی تلاش کرتی ہوئی کبھی ایک پہاڑی پر چڑھتی تھیں کہ وہاں سے کسی جگہ پانی نظر آئے۔ لیکن کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ پھر دوسری پہاڑی پر چڑھتیں کہ شاید وہاں سے پانی کا پتہ مل جائے۔ لیکن کوئی پتہ نہ لگتا۔ اسی طرح سات مرتبہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر چڑھیں اور اتریں آخر کار اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک فرشتہ بھیجا اور اس نے وہیں سے پانی کا چشمہ نکال دیا۔ جو آب زمزم کہلاتا ہے۔ حضرت ہاجرہؑ کے اس فعل کو بھی اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کے لیے یادگار بنا دیا ہے۔ جب لوگ حج یا عمرہ کرنے جاتے ہیں تو ہاجرہؑ کی طرف دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی بھی کرتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا فلذلك سعى الناس بينهما۔ یعنی اس لیے لوگ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرتے ہیں۔ یہ یادگار اس قربانی کی وجہ سے ہے جو حضرت ہاجرہؑ نے کی۔

لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم ان ماں بیٹے کو اس ویران اور غیر ذی زرع میں چھوڑ کر جانے لگے تو حضرت ہاجرہؑ نے کہا این تذهب کہاں جاتے ہیں آپ؟۔ ءالله امرك لهذا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہمیں یہاں چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ليس فيه انيس ولا شئي یہ ایسی جگہ ہے جہاں.........نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز یہاں میسر ہے۔ حضرت ابراہیم نے جواب دیا ہاں خدا کے حکم کے تحت میں ایسا کرتا ہوں تو حضرت ہاجرہؑ نے کہا اذا لا يضيعنا تو پھر جائیے ہم کو خدا ضائع نہیں کرے گا۔ حضرت ابراہیم چلے گئے اور وہ اکیلی رہ گئیں بچے کو پیاس لگی تو پانی کی تلاش میں سات دفعہ دوڑیں۔ آخر پانی نمودار ہوا اور جانور آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ پرندوں کو دیکھ کر قافلے سمجھ لیتے ہیں کہ وہاں پانی ہوگا۔ چنانچہ بنی جرہم کا قبیلہ پانی کی تلاش میں وہاں آیا، اور وہیں آباد ہو گیا۔ اس قبیلہ کی لڑکی حضرت اسماعیلؑ کے نکاح میں آئی۔ یہ چیز اس ویران جگہ کی آبادی کا باعث ہو گئی۔ اور حضرت ہاجرہؑ کی اس قربانی اور سعی کی یادگار میں حج کے موقعہ پر صفا اور مروہ کی سعی کی جاتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایک مرد اور ایک عورت کو عطا کیا۔ خدا کی نگاہ میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ و ہاجرہؑ کی ان قربانیوں کی تہ میں اصل چیز جو کام کرتی ہے، وہ رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر جان

ومال کی قربانی کر دینا ہے اسی لیے قربانی ان کی یادگار میں قائم کی گئی ہے۔ اس کے متعلق فرمایا لن ینال الله لحومها ولا دماء ها ولکن یناله التقویٰ منکم۔ جوتم ذبح کرتے ہو اور اونٹ، بکری، دنبہ اور گائے وغیرہ کی قربانی دیتے ہو۔ ان کا گوشت خدا کو نہیں پہنچتا اور نہ ان کے خون کی خدا کو ضرورت ہے۔ یہ تو بت پرست قوموں کے اندر رسم تھی کہ قربانی کا گوشت بتوں کے منہ کو لگا دیتے اور خون کو بتوں اور دیواروں پر چھڑکتے تھے۔ حتیٰ کہ خانہ کعبہ کی دیواروں پر بھی خون چھڑکا جاتا تھا۔ کشمیر کے پہاڑی علاقوں میں بھی میں نے دیواروں پر خون چھڑکتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جانور ذبح کیا اور گوشت بت کے منہ کو لگا دیا اور خون چھڑک دیا۔ اس رسم کو دور کرنے کے لیے فرمایا لن ینال الله لحومها ولا دماء ها۔ خدا کو تمہاری قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا، ولکن یناله التقویٰ منکم۔ قربانی کی اصل غرض وغایت تقویٰ ہے۔ وہی خدا کو پہنچتا ہے۔ وہ فرمانبرداری اور تقویٰ جو ابراہیم اور ہاجرہؑ کی قربانی کی روح ہے۔ اسی کو پیدا کرنا مقصود ہے، اگر قربانی ایسی فرمانبرداری اور تقویٰ پیدا نہیں کر سکتا تو نری رسم سے کوئی فائدہ نہیں۔ قربانی کے پس پشت اصل روح یہ ہے کہ رضائے الٰہی کے لیے جس وقت ضرورت ہو اپنی جان اور مال کو راہ حق میں قربان کر دیا جائے۔ اگر آپ میں ایسا جذبہ اور ایسی روح پیدا نہیں ہوتی تو سمجھ لینا چاہئے کہ محض جانوروں کا خون بہانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ قربانی کی اصل غرض تسلیم ورضا ہے اور خدا تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری۔

امام فخرالدین رازیؒ نے اس آیت کے تحت تقویٰ کے معنی ان الفاظ میں کئے ہیں۔ انما المراد ان یجتهد العبد بامثال اوامره یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی فرمانبرداری میں پوری طرح جدوجہد سے کام لیا جائے۔ اگر یہ تقویٰ قربانی دینے میں مدنظر نہیں تو قربانی، قربانی نہیں، بلکہ رسم پرستی ہے۔ مسلمان کو رسم ورواج سے بلند ہو کر کام کرنا چاہئے۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہؑ نے عملاً دکھلا دیا ہے کہ وہ حقیقتاً مسلمان ہیں، خدا کے احکام کی پوری پوری فرمانبرداری انہوں نے کی۔ اور اس کے احکام کو پورا کرنے کے لیے اپنی مال وجان کی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہی قربانی کی روح ہے۔ بلی من اسلم وجهه لله مسلمان وہ ہے جس نے اپنا سب کچھ خدا کے حکم پر قربان کر دیا اور اس کی رضا کے لیے اپنی جان ومال دینے کے لیے تیار ہو گیا۔

قرآن کریم بار بار اس حقیقت کے حصول کی تلقین کرتا ہے کسی خاص طرف منہ کر لے۔ عبادت کرنے کا نام اسلام نہیں، اینما تولوا فثم وجه الله۔ خدا تو ہر طرف ہے، ایک طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم اس لیے دیا کہ قوم میں اتحاد اور یک جہتی پیدا ہو جائے۔ اینما تکونوا یات بکم الله جمیعاً اس قبلہ کی برکت سے جہاں کہیں بھی تم ہو خدا تعالیٰ تم کو اکٹھا کر دے گا۔ یہی صورت آج خانہ کعبہ میں نظر آتی ہے۔ جہاں حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہؑ کی قربانی کی یادگار قائم کر کے تقویٰ کی روح پیدا کرنا مقصود ہے وہاں خانہ کعبہ میں سب کو جمع کر کے بین الاقوامی اتحاد پیدا کرنے کا سبق دیا ہے اسی لیے بعض یورپین مصنفین نے لکھا ہے:

"کہ محمد رسول اللہ ﷺ سب سے بڑے منتظم ہوئے ہیں ان کی نمازوں میں بھی اور کعبہ میں بھی انسانوں کو ایک کرنے کا راز مضمر ہے۔ آپ نے قومی اتحاد پر بہت زور دیا ہے۔"

اگر آپ نے اتحاد واتفاق کی صحیح قدر وقیمت سمجھ لی۔ اور قربانی کی روح اپنے اندر پیدا کر لی تو سمجھ لیجئے کہ آپ نے سب کچھ پا لیا۔ خدا نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہؑ کی طرح اپنے اندر بھی فرمانبرداری اور تسلیم ورضا پیدا کرو۔ وکذالك نجزی المحسنین۔ یعنی ہماری قدردانی اور عنایات حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ یہ انعامات وبرکات عام ہیں اس شخص کے لیے جو اپنے اندر حقیقی قربانی کی روح پیدا کرے۔

☆☆☆

بقیہ: انسان کا خدا سے براہ راست تعلق

جس نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر اپنا کلام اپنے مقدس رسول محمد مصطفےٰ ﷺ پر اتارا۔ آپ کے سوانح حیات کے مطالعہ سے ہمیں بہترین سبق حاصل ہوتا ہے۔ آپ اسلام کا صحیح نمونہ تھے۔ جس قدر ہم آپ کے نقش قدم پر چلیں گے اسی قدر ہم صحیح اسلام پر عمل کرنے والے ہوں گے۔

اسلام لانے کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود پر بھی اعتقاد مستحکم ہو گیا۔ کیونکہ آپ کی بعثت کے وقت مسلمان کہلانے والے صحیح راستہ سے بھٹک گئے تھے۔ اور کسی ایسے مصلح کی ضرورت تھی جو ان کو دوبارہ صحیح راستہ پر گامزن کر دے یہ حقیقت ہے کہ حضرت مسیح موعود نے خدائی کلام کو پھر سے دنیا میں زندہ کر دیا۔

میں بڑے وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ اس زندگی میں مجھے جس قدر مسرت حاصل ہو سکتی تھی اسلام قبول کر کے میں نے اس سے بھی زیادہ دلی مسرت حاصل کر لی ہے، اور اپنی تمام دعاؤں میں خدا تعالیٰ سے یہی التجا کرتی ہوں کہ وہ مجھے حقیقی مسلمان بنا دے۔" آمین

(بحوالہ: میرا قبول اسلام، صفحہ ۱۹۵ تا ۲۰۰)

☆☆☆

قربانی کے متعلق ایک عام اعتراض اور اس کا جواب

حضرت مولانا محمد علی لاہوریؒ

قربانی کی جسمانی اور روحانی قیمت

لن ينال الله لحومها ولا دماء ها ولكن يناله التقوىٰ منكم

یہ آیت جو میں نے قرآن شریف سے نقل کی ہے اس میں دو باتوں کو اکٹھا کیا ہے۔ ایک ذکر تو قربانیوں کی جسمانی قیمت کا ہے اور دوسرا ذکر ان کی روحانی قیمت کا۔ لحوم یعنی گوشت اور خون ظاہر شکل ہے گوشت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مگر یہ وہ چیز ہے جو جسم سے تعلق رکھتی ہے خدا کو نہیں پہنچتی۔ خدا کو کیا چیز پہنچتی ہے قربانی کی روحانی قیمت یا تقویٰ۔ گویا قرآن شریف میں قربانی کی دونوں قیمتوں کا ذکر ہے۔ جسمانی قیمت اور روحانی قیمت۔ ایک کا تعلق خدا سے۔ خدا جسم نہیں، اس لیے خدا کے ساتھ قربانی کی جسمانی قیمت کا کوئی تعلق نہیں۔

قربانی کے متعلق ایک غلط فتویٰ

مجھے ایک بار ایک دوست نے رسالہ "طلوع اسلام" دیا۔ جس میں ایک مضمون قربانی کے متعلق تھا۔ اس دوست نے اس وقت اس مضمون کا خلاصہ یہ بتایا کہ اس میں قرآن اور حدیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سوائے ان لوگوں کے جو حج کو جاتے ہیں قربانی کا کوئی حکم عام مسلمانوں کے لیے نہیں۔ اور قربانی کا حکم صرف حاجیوں کے لیے ہے جو مکہ معظمہ میں حج کے لیے جاتے ہیں۔ مگر جب میں نے اس مضمون کو پڑھا تو مجھے بہت ہی افسوس ہوا کہ اس مضمون میں آنکھیں بند کر کے بے سروپا دعوے کیے ہیں بلاشبہ آنکھیں بند کر کے تقلید کرنا بری بات ہے۔ مگر آنکھیں بند کر کے فتوے لکھنا اس سے بھی بدتر ہے۔ میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ مضمون نویس کی تحقیر کی جائے، مگر اس میں شبہ نہیں کہ یہ مضمون آنکھیں بند کر کے لکھا گیا ہے۔ مضمون نویس نے نہ تو قرآن شریف کو اچھی طرح پڑھا ہے اور نہ حدیث کی کوئی پرواہ کی ہے۔ بلکہ حدیث کو اپنی کوتاہ فہمی سے صرف موضوعات کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ اس نے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم قربانی کے متعلق نہیں۔ بلکہ لوگوں نے آپ کے بعد یہ باتیں خود بنالیں۔ یہ گویا صحابہ رضی اللہ عنہم پر حملہ ہے کہ وہ حدیثیں وضع کر کے انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے رہے۔

قرآن کریم میں قربانی کا حکم

میں سب سے پہلے قرآن کریم کو ہی لیتا ہوں جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس میں سوائے حاجیوں کی قربانیوں کے کوئی عام حکم نہیں اس دعوے کی بنیاد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ قرآن کریم کو بغور پڑھے بغیر ایک رائے قائم کر لی گئی ہے۔ قرآن کریم میں سورہ حج میں قربانیوں کا حکم دو الگ الگ جگہ پر آیا ہے۔ ایک چوتھے رکوع میں حج کے سلسلہ میں اور دوسرے پانچویں رکوع میں عام رنگ میں۔ چوتھا رکوع اس طرح شروع ہوتا ہے: واذ بوانا لابراهيم مكان البيت۔ اس کے بعد حج کا ذکر آتا ہے۔ واذن في الناس بالحج اور اس سلسلہ میں قربانیوں کا حکم آتا ہے۔ ويذكروا اسم الله في ايام معلومات على ما رزقهم من بهيمة الانعام اور یہ رکوع ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے، ثم محلها الى البيت العتيق جو الفاظ مضمون نویس نے بھی نقل کیے ہیں اس کے بعد پانچواں رکوع یوں شروع ہوتا ہے ولكل امة جعلنا منسكاً ليذكروا اسم الله على مارزقهم من بهيمة الانعام۔ ہم نے ہر قوم کے لیے قربانیاں مقرر کی ہیں تا اللہ کا نام لیں جانوروں کو ذبح کرتے وقت۔ اس سارے رکوع میں حج کا ذکر مطلق نہیں بلکہ وہ مضمون چوتھے رکوع کے ساتھ ختم ہو چکا ہے۔ اس لیے اس میں جن قربانیوں کا ذکر ہے ان کا تعلق بھی حج کی قربانیوں کے ساتھ مطلق نہیں۔ اس مضمون کو یوں سمجھیں کہ قرآن کریم میں دونوں حکم موجود ہیں اور اس کے بعد از سر نو عام قربانیوں کا الگ حکم ہے جس میں حج کا کوئی ذکر نہیں۔

مغربی تعلیم کا اثر اور احکام اسلامی کی تحقیر

آج کل تعلیم یافتہ طبقے کے بعض اصحاب کو جو قرآن کریم کے احکام سے خود ناواقف ہیں ایسے مضامین سے سخت ٹھوکر لگتی ہے۔ مغربی تعلیم نے کچھ تحقیر اسلام کے احکام کی بعض دلوں میں پہلے ہی پیدا کر رکھی ہے ایسے مضامین ان کے لیے ایک بہانہ بن جاتے ہیں کہ ہمارے پیسے خدا کی راہ میں کیوں خرچ ہوں۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کرنا گویا اپنے مال کو ضائع کرنا ہے ایسے طبقہ کو نہ تو قرآن کریم پر عبور ہے اور نہ ہی حدیث کی

طرف توجہ کی ہے۔ اپنے خیالات جس راہ پر ان کو ڈالتے ہیں ادھر ہی چل پڑتے ہیں۔ اگر اسی قسم کے غلط نظریے قائم ہوتے چلے گئے تو پھر ہر اصول اسلامی سے امان اٹھ جائے گا۔ اسی طریق پر کہہ دیا جائے گا کہ نماز جو پڑھی جاتی ہے، اس سے بھی انسان کا قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے۔

اللہ اور رسول کے احکام کی عزت کرنی چاہئے

بات یہ ہے کہ آزادی میں اس قسم کے لوگ بہت دور آگے نکل گئے ہیں۔ قرآن کی، رسول اللہ ﷺ کے احکام کی۔ اس کے فرمانوں کی دلوں میں وہ عظمت نہیں جو ہونی چاہئے۔ روزوں کے متعلق بھی میں نے خود بعض لوگوں کے مضامین پڑھے ہیں کہ بھوکے رہنا اور اپنے بچوں کو بھی بھوکوں مارنا کوئی عقلمندی کا کام نہیں، اسی طرح حج کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس پر مشقت اٹھانا اور اس قدر مال خرچ کر کے ایک مکان کے گرد پھرنے سے کیا حاصل رنج اس بات کا آتا ہے کہ سوچے بغیر قلم اٹھایا جاتا ہے۔ خود یاد رکھو ہماری زندگی اللہ اور اس کے رسول کے ماتحت چلتی ہے۔ جب صراحت کے ساتھ قربانی کا حکم موجود ہے، تو اس کو مال کا بے جا خرچ کہنا، خدا اور اس کے رسول کی تحقیر ہے۔

حج اور عام قربانی

جیسا میں نے ابھی کہا ہے قرآن شریف میں سورہ حج کے چوتھے رکوع میں حج کا ذکر ہے اور ان میں ان قربانیوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا تعلق حج کے ساتھ ہے۔ پانچویں رکوع میں صرف قربانیوں کا ذکر ہے یعنی ان لوگوں کے لیے جو عازم حج نہیں ہوئے اور چھٹے رکوع میں لڑائیوں کا ذکر آتا ہے۔ اذن للذی یقتلون بانھم ظلموا۔ یعنی ان لوگوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ ان تینوں کا باہم تعلق ہے اس لیے اس ترتیب سے اکٹھا کیا گیا۔ مگر اس کے بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں۔

احادیث کا انکار

احادیث کے متعلق اسی کم علمی نے ایک اور گروہ مسلمانوں میں پیدا کر دیا ہے جو احادیث کو بغیر سوچنے اور سمجھنے کے موضوعات کا سلسلہ قرار دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے ان لوگوں سے زیادہ تر ایک نظر مغرب میں ان لوگوں کی ہے جو اپنے آپ کو مستشرقین کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ مسلمان نہیں، مگر وہ حدیث کو اس طرح موضوعات کا سلسلہ قرار نہیں دیتے جس طرح مسلمان حد سے تجاوز کرتے ہیں وہ مانتے ہیں کہ اگر احادیث میں کچھ غلط باتیں ہیں بعض احادیث موضوع ہیں تو یہ بھی مانتے ہیں کہ احادیث میں صحیح واقعات بھی ہیں مگر یہ مسلمان کہلانے والے ایسے ہیں کہ جو بات ان کی رائے کے خلاف ہو، اس کے لیے حدیث کو مجموعہ افتراء قرار دینے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ پر حملہ

یہی مضمون نویس لکھتے ہیں کہ مسلمان قرآن کو پس پشت ڈال کر ''رسوم اور روایات کو مذہب بنائے بیٹھے ہیں'' خود ہی سوال اٹھاتے ہیں کہ جب قربانی کے لیے کوئی حکم اور سند موجود نہیں تو ہزار برس سے یہ کس طرح متواتر چلی آتی ہے۔'' اور اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ سوال صرف قربانی تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ تو پورے کے پورے اسلامی نظام کو محیط ہے۔'' ''ہزار برس سے اسلام میں ایسی کھلی تحریف ہو رہی ہے'' مگر یہ بتایا کہ ہزار سال کیوں ہوا ایسے تیرہ سو سال کہئے یا ساڑھے تیرہ سو سال۔ قربانیوں کا ذکر رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے برابر چلا آتا ہے اگر یہ موضوعات ہیں تو پھر نعوذ باللہ یہ تو صحابہ پر حملہ ہوا۔

عیداضحی کیوں نام رکھا گیا

کاش اتنی ہی بات پر غور کیا ہوتا کہ مغرب سے مشرق تک مسلمانوں میں دو عیدیں تو مشہور ہیں ایک کا نام عیدالفطر اور دوسری کا نام عیدالاضحیٰ، جس کو بڑی عید یا قربانی کی عید بھی کہتے ہیں۔ اضحیٰ کے معنی ہی قربانیاں ہیں تو جس کا نام ہی قربانیوں کی عید ہے اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سے یہ نام چلا آرہا ہے تو نام کس نے بنایا اور اگر رسول اللہ ﷺ نے یہ نام تجویز فرمایا تھا جیسا کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے تو اسے قربانیوں کی عید کیوں کہا گیا۔

مدینہ میں نبی کریم ﷺ کا قربانی کرنا

مضمون نویس کے نزدیک اس دن قربانیوں کا تو حکم ہی کوئی نہیں اور نام اس کا قربانیوں کی عید رکھا گیا۔ اس کے علاوہ حضرت رسول کریم ﷺ کا اپنا عمل ہے۔ آپ جب مدینہ میں تھے تو اپنے ہاتھ سے عید کے دن قربانی کرتے تھے، اور آپ کے تتبع میں مسلمان بھی قربانیاں کرتے تھے۔ بخاری کی حدیث ہے۔ کان النبی ﷺ ینحر ویذبح یوم النحر بالمصلی، تو حضور ﷺ سے ثابت ہے کہ بغیر حج کے قربان کرتے تھے مگر ہمارے مضمون نویس نے یہ لکھ دیا کہ قربانی کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اس کا دوسرے لفظوں میں یہ مطلب ہوگا کہ ساری تاریخ اسلام باطل ہے مگر جو فلاں مضمون نویس کہہ دے وہ صحیح ہے اس قسم کا لکھنا واقعات کا جھٹلانا نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن کریم میں عام قربانی کا حکم

احادیث میں اس کی تشریح، نبی کریم ﷺ کا مدینہ میں رہ کر خود قربانی کرنا۔

عید کے دو کام نماز اور قربانی

پھر حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عید کے دن دو کام کرو۔

اول: مانبدا من یومنا ھذا ان نصلی، ثم فقد اصاب سنتنا۔

پہلا کام جو ہم اس دن کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ نماز پڑھتے اور پھر قربانی کرتے ہیں۔ جو اس طرح کرے، اس نے ہماری سنت کو پالیا۔ اب خود عیدالاضحیٰ کے معنی ہیں "قربانیوں کی عید" اس دن آپ کا خود قربانی کرنا ثابت ہے۔ پھر یہ حکم موجود ہے کہ پہلے نماز پڑھو پھر قربانی کرو۔ اس قدر صراحت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ یہ جو قربانیوں کا حکم ہے صرف حاجیوں کے لیے ہے، کس قدر دلیری ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ کا قربانی کا حکم بخاری، مسلم، الغرض صحاح ستہ کی سب احادیث کی کتابوں میں موجود ہے کیا یہ سب صریح احکامات موضوعات کے زمرہ میں آجائیں گی؟ احادیث میں یہاں تک بھی ہے جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہماری قربانی کی طرح قربانی دی تو اس کی قربانی صحیح اور جس نے نماز سے پہلے قربانی دی اس کی کوئی قربانی نہیں۔ یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک شخص نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ بوجہ عید آج کا دن کھانے پینے کا دن ہے اس لیے میں نے اپنے مینڈھے کی قربانی نماز سے پہلے کردی تو حضور نے جواب میں فرمایا تیری قربانی نہیں ہوئی۔ پہلے نماز ہے اس کے بعد قربانی۔ یہ وہ حقائق ہیں جو اس ہستی نے بیان فرمائے ہیں جس کا سینہ منور اور دل تمام روشنیوں اور حقائق سے آگاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نماز پہلے رکھی ہے اور قربانی بعد میں اس وجہ سے کہ اس میں حظ نفس بھی شامل ہے یعنی گوشت کا کھانا اسے بعد میں رکھا گیا ہے۔

کھانے کے متعلق اعتراض

یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ مسلمان اس لیے قربانی کرتے ہیں تاکہ اس دن خوب کھائیں۔ یعنی قربانیاں کرو اور خوب کھاؤ۔ بھلا یہ بھی کوئی اعتراض ہے۔ کیا دنیا کی تاریخ میں کسی قوم کا خوشی کا دن ہو تو وہ بجائے خوشی کرنے کے رونا، پیٹنا شروع کردے یا وہ بھوکے پیاسے رہیں اب دیکھئے نبی کریم ﷺ کا فرمانا کہ نماز سے پہلے قربانی، قربانی نہیں۔ صاف ثابت کرتا ہے کہ قربانیوں کا حکم اور اس پر عمل کرنا رسول کی زندگی میں مسلمانوں میں رائج تھا۔

قربانی کی جگہ خیرات کا سوال

آج کل عام طور پر یہ ہوا چلی ہوئی ہے کہ قربانی کرنا مال کا ضائع کرنا ہے اس قسم کی آواز بلند کرنے والے وہ ہیں جن کے پاس مال ہے۔ غرباء کے منہ سے اس قسم کے کلمات کبھی نہیں نکلیں گے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ روپیہ قربانی پر خرچ کیا جائے کیوں نہ اس روپیہ کو قربانی کی جگہ خیرات میں خرچ کیا جائے۔ خیرات کرنے سے کون روکتا ہے۔ مگر قربانی کی بجائے کیوں؟ خیرات بھی کرو، پھر اگر مال ہے تو قربانی کرو، اور اگر انہی لوگوں سے بجائے قربانی کے خیرات مانگی جائے اس کی جگہ آج کل یہی لوگ جو قربانی کے لیے چالیس چالیس یا پچاس پچاس روپے خرچ کرتے ہیں، خیرات میں پانچ روپے بھی نہ دیں گے۔ اسی قسم کے عذر صرف خدا اور رسول کے احکام کو ٹالنے کا بہانہ ہیں حدیث میں بھی صراحت سے قربانی کا حکم موجود ہے۔ جہاں جہاں مسلمان آباد تھے وہاں قربانیاں ہوتی تھیں۔ اور ہوتی چلی آئی ہیں اور آج تک تمام اسلامی ممالک میں اس قربانی کے فریضہ کو ادا کیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کو نظر انداز کر کے لکھا جاتا ہے کہ قربانی کا کوئی حکم نہیں۔

قربانی کی حقیقت کو نہ سمجھنے کا عذر

کیا فی الحقیقت ہر سال قربانی کا حکم کو یاد دلانے میں کچھ حقیقت بھی ہے؟ اور کتنے مسلمان ہیں جو ہر سال اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں؟ میں یہ مانتا ہوں کہ مسلمان دین کے لحاظ سے بہت پیچھے ہٹے ہوئے یا گرے ہوئے ہیں۔ ظاہر پرستی ان میں زیادہ آگئی ہے۔ حقیقت پر کم نظر اٹھتی ہے۔ اگر اس فریضہ کے حقیقی ادا کرنے والے کم ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ حقیقت کو مدنظر رکھ کر حج کرنے والے کتنے ہیں؟ لیکن اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نماز کو چھوڑ ہی دیا جائے۔ اب اگر تھوڑا بہت احساس ان کے ذریعہ سے خدا کی ہستی پر پیدا ہوتا ہے تو نماز کو ترک کرنے سے وہ بھی جاتا رہے گا۔ اگر اکثر قربانی کرنے والے قربانی کی اس حقیقت کو نہیں سمجھتے تو قربانی اڑا دینے سے واقعی کوئی فائدہ ہوگا؟ انسان اپنے کاروبار، تجارت میں یا ملازمت میں مشغول ہوتا ہے۔ وقت نماز آجاتا ہے تو وہ خدا کے حضور کھڑا ہوجاتا ہے۔ یہی خدا کی ہستی کا احساس ہے۔ ایسی ہی باتوں سے آج قوم میں نسبتاً خدا کی ہستی پر دوسری قوموں سے زیادہ احساس موجود ہے۔

قربانی میں ایک اہم سبق

اسی طرح قربانی کی بھی ایک اہم فرض ہے اور اس کے نیچے ایک

زبردست حقیقت ہے، اور یہ سبق ہے کہ تمہاری زندگی ان قربانیوں سے وابستہ ہے۔ جانور کی قربانی میں یہ سبق ہے کہ انسان خود اپنے آپ کو خدا کی راہ میں قربان کرے۔ ملک اور قوم کی خاطر مال کمانے کے لیے لوگ زیادہ قربانیاں کرتے ہیں تو کیا خدا کی خاطر قربانی کرنا اس سے بلند تر مقصد کی طرف نہیں لے جاتا۔ اگر ملک وقوم اور مال کمانے کے لیے قربانیاں ہوسکتی ہیں اور انہی قربانیوں سے کامیابی وابستہ ہے تو خدا کے لیے بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ خدا کی راہ میں وہی لوگ کامیاب ہوسکتے ہیں جو خدا کے لیے قربانی کریں یہ سچ ہے کہ محض جانور کے گلے پر چھری پھیرنے سے قربانی نہیں ہوجاتی۔ سبق اس میں یہ ہے کہ ہم اپنے آپ پر وہ حالت وارد کریں کہ گویا اس کی راہ میں اپنے آپ کو موت کی حالت تک پہنچادیں۔ انسان کی کچھ سفلی خواہشات ہیں یہی سبق جانور کی قربانی میں ہے کہ ان خواہشات کو قربان کر کے ہی انسان بڑا کام کرسکتا ہے آج جتنے بڑے بڑے سائنسداں ہیں آیا ان کی زندگی عیش وراحت کے ساتھ گذرتی ہے یا شدید محنت اور دکھ کی زندگی، جوان کو ہلاکت کے قریب پہنچا دینے والی ہوتی ہے۔ وہ ایک مقصد یا اصول کو اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں جب تک اس میں کامیاب نہیں ہوجاتے، ہر قسم کی مشقت، محنت اور تکلیف برداشت کرتے رہتے ہیں۔ تمام کامیابیاں قربانیوں سے وابستہ ہیں۔ جانور درحقیقت خواہشات حیوانی کا مجسمہ ہے اور اس کے ذبح کرنے میں سبق یہی ہے کہ اپنی حیوانی خواہشات کو قربان کرنا سیکھو۔ انسان کی حیوانی خواہشات کھانے پینے وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن انسان کے اندر اس سے بہت بڑھ کر بلند سے بلند مقاصد اور بڑے اعلیٰ مقامات کو حاصل کرنے کے جذبات بھی پائے جاتے ہیں۔

بزرگی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ

قربانی کا سبق انسان کو یہ سکھلاتا ہے کہ جب تک تم ادنیٰ خواہشات کو بلند خواہشات کو حاصل کرنے کے لیے قربانی نہیں کرتے، اس وقت تک بلندی کو حاصل نہیں کرسکتے۔ مثلاً دل میں خوف الٰہی کا احساس، مصائب پر صبر، نماز کے ذریعہ اپنے نفس کی اصلاح۔ اپنے مال اور اپنے قویٰ کو مخلوق خدا کی بھلائی میں لگادینا وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کو دیگر قوموں پر فوقیت اور برتری اس وقت حاصل ہوئی جب انہوں نے خواہشات نفسانی کو خدا کے رستہ میں ماردیا۔ جتنا آپ خواہشات کو روندتے اور کمزور کرتے چلے جائیں گے اسی قدر روحانی خواہشات میں بلندی اور صلاحیت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اور اگر حیوانی خواہشات تک ہی ہم اپنی زندگی محدود کردیں تو انسان اور حیوان میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا، سوائے اس کے کہ انسان ایک اعلیٰ درجہ کا حیوان بن جائے۔ ادنیٰ خواہشات قربان کرنے سے ہی بلند خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ علمی ترقیاں انہوں نے کیں اور سائنس میں اعلیٰ درجہ کا کمال انہوں نے حاصل کیا، جنہوں نے اپنے آپ کو بالکل فنا کردیا۔ کوئی اس درجہ کی ترقی ایسی نہیں جو بغیر قربانی کے انسان حاصل کرسکے۔

☆☆☆

بقیہ: یوم الاضحی

پوست ہیں، روح نہیں جسم ہیں، اس سہولت اور آرام کے زمانہ میں ہنسی خوشی سے عید ہوتی ہے اور عید کی انتہاء ہنسی خوشی اور قسم قسم کے تعیشات قرار دئے گئے ہیں۔ عورتیں اسی روز تمام زیورات پہنتی ہیں۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتی ہیں۔ مرد عمدہ پوشاکیں پہنتے ہیں اور عمدہ سے عمدہ کھانے بہم پہنچاتے ہیں اور یہ ایسا مسرت اور راحت کا دن سمجھا گیا ہے کہ بخیل سے بخیل انسان بھی آج گوشت کھاتا ہے۔ الغرض ہر قسم کے کھیل کود لہو ولعب کا نام عید سمجھا گیا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ حقیقت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔ درحقیقت اس دن میں بڑا سر یہ تھا کہ حضرت ابراہیم نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اور مخفی طور پر بویا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس کو لہلہاتے کھیت کی طرح دکھایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا، اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہوجائے اور خدا کے قلم کے سامنے اس کی اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے اقرباء اعزا کا خون بھی خفیف نظر آئے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے کیسی قربانی ہوئی۔ خونوں سے جنگل بھر گئے، گویا خون کی ندیاں بہہ نکلیں، باپوں نے اپنے بچوں کو بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا۔ اور وہ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کئے جائیں تو ان کی راحت ہے۔ مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجز ہنسی خوشی اور لہو ولعب کے روحانیت کا کونسا حصہ باقی ہے۔ یہ عید الضحیٰ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اس کو بڑی عید تو کہتے ہیں مگر سوچ کر بتاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں، اور اس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔ عید رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور آفاقی مجاہدہ ہے اور اس کا نام بذل الروح ہے مگر یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے اور جس پر افسوس کہ توجہ نہیں کی گئی۔

☆☆☆

حج کی فلاسفی

حضرت مولانا نورالدینؓ

ایک دفعہ درس قرآن شریف میں جناب عجب خاں صاحب کے اس سوال پر کہ حج کی فلاسفی اور فائدہ کیا ہے حضرت مولانا نورالدین علیہ الرحمہ نے جو تقریر حج کی فلاسفی پر کی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ تاکہ ہر ایک مومن حسب استطاعت اس سے مستفید ہو سکے۔

فہم و فراست کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو اسباب دیئے ہیں وہ تین قسم کے ہیں:

۱۔ وہ جن کو عام نگاہ سمجھ سکتی ہے۔

۲۔ وہ جو فلاسفروں، بادشاہوں اور مدبروں کی سمجھ میں آتے ہیں۔

۳۔ دوسری قسم کی مخلوق سے جو باثر مخلوق انبیاء اور اولیاء و رسل وغیرہ کی سمجھ میں آتے ہیں۔

میرا ابتدائی سن اور طالب علمی کا زمانہ تھا کہ حج مجھ پر فرض ہوا اور میں نے اس وقت دو حج کیے۔ میری طبیعت اس وقت بھی بہت آزاد، حریت پسند اور دلائل کی محتاج تھی۔ اس عمر اور طالب علمی کے زمانہ میں کچھ محرکات میرے حج کرنے کے تھے۔ پھر وسط عمر میں وہ اور بڑھ گئے اور اب اس وقت میری معرفت ضرورت حج کے بارے میں خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے بہت زیادہ کردی ہے میں اس وقت اپنے اول محرکات کا ذکر کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس وقت بھی میری طبیعت نے یہ امر میرے دل میں جما دیا تھا کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو تمام خوبیوں کا جامع مذہب ہے اور تمام غیر مذاہب کا مہیمن ہے اس وقت جو میری سوسائٹی ہم عمروں اور طالب علموں کی تھی جب کبھی قرآن یا اسلام کی بات اس میں چلتی تو میں خدا کے فضل سے قرآن کے ذریعہ ہی ان سب پر غالب آتا۔ میرے اس وقت کا قرآن اب تک میرے پاس موجود ہے۔ اور اس وقت جو میری تحقیقات اور خیالات تھے ان کے مطابق تمام حواشی چڑھے ہوئے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے میرے خیالات کے تدریجاً عروج کا پتہ مل سکتا ہے۔ اس وقت یہ بات بخوبی میرے دل میں ٹھہری ہوئی تھی کہ ایسا کوئی مذہب نہیں ہے کہ اگر اس میں کوئی خوبی ہو تو وہ خوبی اسلام میں نہ ہو۔ اور اسلام کی کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جو کہ اس کے فرقہ اہل سنت والجماعت میں نہ ہو اور فرقہ اہل سنت والجماعت کی کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شیخ ابن تیمیہؒ اور ان کے تلمیذ ابن قیمؒ کے طریق میں نہ ہو۔ گویا میں ایک طرح سے اس وقت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا مقلد تھا یا شیخ ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ کا۔ اس وقت کے حنفیوں یا یوں کہوں کہ اسلام کے فلاسفروں سے مجھے محبت تھی اور کتاب حجۃ اللہ البالغہ شاہ صاحب کی تصنیف جو کہ اس وقت ملتی نہ تھی میرے ساتھ رہتی تھی۔ اس کے مطالعہ سے میرا مذکورہ بالا یقین خوب پختہ ہو گیا تھا اور میرا مذہب وہ مذہب تھا جو کہ تصوف، فقہ، حدیث اور فلسفیت کو جمع کرتا ہے۔

اس وقت ہر مذہب و ملت کے طالب علم کے ساتھ میرا تعارف تھا جبکہ مجھے یہ خیال ہوا کہ نیازمندی کے کتنے اقسام ہیں۔ غور کے بعد اس کی دو قسمیں میری سمجھ میں آئیں۔

(۱) خادمانہ نیازمندی (۲) عاشقانہ نیازمندی

خادمانہ نیازمندی کا یہ رنگ ہے جو کہ ہم ہر روز سرکاری درباروں اور حکام کی پیشیوں میں دیکھتے ہیں کہ اپنے آقا کے کہنے کے مطابق خادموں کی ایک خاص وردی ہوتی ہے وہ پہن کر وقت مقررہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ اور ہمیشہ صاف اور ستھرے رہتے ہیں کہ آقا ناراض نہ ہو اور مجرد اسلام نشست و برخاست دربار کے وقت کے خاص آداب ہوتے ہیں جو کہ وہ بجالاتے ہیں اور خاص خاص خدام کو نذر بھی گذارنی ہوتی ہے یہ حالت اپنے بندوں کی خادمانہ نیازمندی کی خدا تعالیٰ نے زکوٰۃ اور نماز میں رکھی ہے کہ اس میں روپیہ بھی خرچ کرنا پڑتا ہے اور وقت کی پابندی کے لحاظ سے آداب الٰہی کو مدنظر رکھ کر تمام ارکان بجالاتے ہیں۔ لیکن عاشقانہ نیازمندی کا طریقہ اور ہے کہ کسی محبوب کی دھت میں نہ کھانے کا فکر نہ پینے کا خیال، ہونٹ خشک ہو رہے ہیں، کسی سج دھج بناؤ سنگار کا خیال نہیں ہے۔ شہوانی قواء پر موت وارد ہے کہ بیوی کا خیال تک نہیں ہے کبھی جو پتہ لگ جاتا ہے کہ محبوب وہاں فلاں کوچہ میں ہے تو بھی دوڑ کر وہاں پہنچتا ہے۔ نہ سر کی خبر ہے کہ پگڑی ہے یا کہ نہیں نہ پاؤں کی کہ جوتہ

ہے یا نہیں، اور اس کوچہ میں چکر پر چکر دیتا ہے کہ کسی طرح اس کی جھلک نظر آجاوے۔ اگر سارا چہرہ نہیں تو کچھ حصہ ہی نظر آجاوے۔ کلام ہی سہی اور اگر اس میں کوئی حارج ہو تو کچھ پتھر اسے بھی رسید کردیتا ہے۔ اگر اس کے وہم میں بھی یہ بات آجاوے کہ محبوب نے بلایا ہے تو حاضر ہوں کہتا ہوا دوڑتا ہے جو لوگ عاشق مزاج رہ چکے ہیں یا اگر نہیں تو محبانہ مضامین کی کتب تو دیکھی ہوں گی جن میں عاشقوں کی اس حالت کا بیان ہوتا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ عاشقوں پر ایک ایسا وقت ضرور ہوتا ہے اور اس محبانہ نیازمندی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے روزہ اور حج میں رکھا ہے۔ دیکھو مکہ میں خدا کا مکالمہ ہوا، دیدار ہوا اور یقیناً ہوا۔ وہاں اللہ نے بچوں، عورتوں، اور بوڑھوں پر فضل کیے۔ اس لیے یہ انسانی خاصہ ہے کہ جب دیکھتا ہے کہ فلاں مقام پر فلاں فلاں فضل ہوا تو اس کے اندر خواہش پیدا ہوتی ہے کہ وہاں کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ وہ کونسا بچہ اور کونسی عورت اور کونسا بوڑھا تھا جسے خدا مکہ میں نظر آیا۔ وہ بوڑھا تھا تو ابراہیم علیہ السلام تھا اور عورت بی بی ہاجرہؓ تھیں اور بچہ اسماعیلؑ تھا اور وہ حقیقی جوان محمد رسول اللہ سید الاولین والآخرین ﷺ۔ ان سب کو خدا ملا ہے اور ان سب کے ساتھ کلام بھی کی ہے۔ جس کثرت اور جمعیت سے خدانمائی مکہ میں ہوئی ہے کوئی اور مقام صفحہ ہستی پر نہیں کہ اس جمعیت کے ساتھ خدانمائی کا دعویٰ کرے۔ مکہ میں رویت الٰہی خوب ثابت ہے اس لیے ایک سلیم الفطرت انسان جب امید باندھ کر نیازمندی اور خواہش سے وہاں جاتا ہے تو رحیم اور کریم خدا کب چاہتا ہے کہ اسے محروم کرے عاشقانہ نیازمندی کے آداب کے برخلاف یہ بات ہے کہ پردہ کیا جاوے کیونکہ اس سے عشق پر حرف آتا ہے اس لیے وہاں عورتوں کو پردہ کا حکم نہیں ہے۔ ان دنوں ہیر اور رانجھا کا قصہ پڑھا تو وہاں اس عاشقانہ نیازمندی کی ایک عجیب بات لکھی ہے کہ ہیر جب رانجھا کے واسطے روٹیاں لے کر جارہی تھی تو قاضی صاحب نماز پڑھ رہے تھے، اس نے نہ دیکھا، سامنے سے گذر گئی۔ جب قاضی صاحب نماز سے فارغ ہو کر اس پر ناراض ہوئے تو اس نے جواب دیا کہ اے قاضی میں تو رانجھے کے طرف جارہی تھی اور اس کے عشق میں مجھے نظر تک نہ آیا کہ تو نماز پڑھ رہا ہے کہ نہیں مگر تعجب ہے کہ تیری کیسی نماز تھی کہ تو نے مجھے دیکھ لیا۔

غرضیکہ حج کی صورت ایسی ہی ہے جیسے کہ اوپر بیان ہوئی ہے ۔ اس میں انسان اس کوچہ میں چکر کھاتا ہے جہاں ابراہیم نے چکر کھائے اور اللہ تعالیٰ سے کلام کی۔ غور کرو اس آیت میں ہے **واذ یرفع ابراھیم القواعد البیت واسماعیل**۔ پھر میں نے اندازہ کیا ہے کہ اگر پتھروں کی عمارت ہو تو انسان زیادہ سے زیادہ سات آدمی تک کھڑے ہو کر آسانی سے بنا سکتا ہے اور اسے گو وغیرہ باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی اور چونکہ کوئی اس شہر اور مقام کی تخصیص اور تعیین نہیں کرتا جس پر اور جس جگہ کھڑے ہو کر ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے دعائیں مانگیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں باپ بیٹا اس چکر میں دعائیں مانگتے رہے ہیں جب تک کہ سات ردے عمارت کے پورے نہیں ہوئے، اور ردوں کی تعداد سے پتہ چلتا ہے کہ سات ہی چکر تھے اور اسی تعداد پر اب بھی چکر کھائے جاتے ہیں۔ یہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کی عاشقانہ نیازمندی کی طرز تھی جس کی تعلیم دی گئی اور یہ بڑے قوی مومن تھے کہ ایک نے تو باپ ہو کر بیٹے کو ذبح کرنا چاہا۔ دوسرے بیٹے نے جان دینے میں دریغ نہ کیا تاکہ خدا راضی ہو جاوے۔ مگر چونکہ بعض مومن کمزور ہوتے ہیں اس لیے آگے ایک عورت کی نیازمندی کی طرز بیان کی کہ جب ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت ابراہیمؑ نے صفا اور مروہ کے درمیان چھوڑا تو ہاجرہ علیہا السلام نے ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمیں کس کے سپرد کرتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ تب ہاجرہ نے کہا کہ جاؤ اللہ ہم کو ضائع نہ کرے گا۔ ایک مشکیزہ پانی کا پاس تھا جب وہ ختم ہو چکا اور دھوپ کی شدت اور بچہ کو تڑپتے اور جان بلب دیکھ کر وہ بے قرار ہوئیں تو ان پہاڑوں پر کبھی چڑھتی اور کبھی اترتی تھیں اور ہر طرف نگاہ مارتی تھیں کہ کوئی قافلہ پانی لاتا ہو۔ آخر خدا تعالیٰ نے ایک چشمہ پانی کا وہاں جاری کیا جو زمزم کہلاتا ہے اس مقام پر ہاجرہ علیہا السلام نے خدا پر کیسا توکل کیا اور عاشقانہ نیازمندی کا کیسا ثبوت دیا۔ یہ نظارہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کا طواف کر کے دیکھ لو وہ بھی سات ہی دفعہ چڑھیں اور اتریں تھیں۔

چونکہ آبادی میں رہنے سے اکثر دل پر غفلت طاری ہوتی ہے اس لیے ہر ولی اللہ کو لوگوں سے الگ میدانوں میں جانا پڑتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی جب یہ خیال کیا، اور طبیعت میں جوش تو تھا ہی کہ دعا قبول ہو اس لیے ہجر میں گذرتے ہوئے بھاگے بھاگے عرفات کے جنگل میں گئے کہ وہاں تنہائی میں دعا کروں یہ ۹ میل کا فاصلہ تھا مگر پھر آپ نے دیکھا کہ اس بیرونی جگہ سے تو حرم میں امن کی جگہ ہے اس لیے لوٹے اور مزدلفہ کے مقام پر جو عرفات سے واپس ہوتے ہوئے ۳ میل پر ہے ٹھہر گئے اور وہیں آپ کو یہ الہام ہوا، **انی اری فی المنام**۔

اس وقت کا ایک بڑا اسرار الٰہی ہے جسے اس وقت ہم بیان نہیں کر سکتے

تاہم اشارۃً اسے سمجھ لو کہ عوام الناس میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جب بیماری یا کوئی دکھ وغیرہ کی کوئی تکلیف ہو تو اکثر قربانی کیا کرتے ہیں کہ وہ بلا ٹل جائے اس کا راز یہ ہوتا ہے کہ جب موت کا نزول ہوتا ہے وہ بلا کچھ لیے بغیر واپس نہیں جاتی تو جو کچھ ابراہیمؑ پر وارد ہوا وہ بھی بلا قربانی ٹل نہیں سکتا تھا۔ اگرچہ ہزاروں مویشی ساتھ تھے۔ مگر لڑکے کی قربانی کوئی تھوڑی بات نہ تھی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات بہت ہی عظیم الشان ہوگی جس کے لیے بیٹے کی قربانی تجویز ہوئی۔

اس منا میں یہ ابراہیمی نمونہ تھا کہ قربانی کرے اور بچہ کا نمونہ یہ ہے کہ اس نے کہا کہ جو حکم ربی ہوا ہے وہ جلدی کر اور گردن آگے رکھ دی۔ عوام الناس جو کہ الٰہی رموز سے واقف نہیں ہوتے وہ ایسے وقت اعتراض کرتے ہیں۔ اسی طرح اسی وقت کسی نے اعتراض کیا کہ ابراہیمؑ کی عقل ماری گئی ہے۔ یہ آخری عمر اور بڑھاپا ایک اولاد آگے اب امید نہیں۔ ایک خواب کی بنا پر لڑکے کو ذبح کرنے کو تیار ہے۔ لیکن ابراہیمی فراست اور ایمان کے آگے اس اعتراض کی کیا وقعت تھی، اور یہ لوگ اپنی توجہ اور ارادہ کے بڑے پکے ہوتے ہیں اور جو مخالفت کرے وہ سخت دشمن ہوتا ہے اس لیے آپ نے اٹھا کر اسے پتھر مارا کہ تو ہمارے ارادے کو روکنے والا کون ہوتا ہے۔ یہ اس قسم کی رکاوٹیں کہ جب مومن کو خدا سے تعلق ہوتا ہے تو ضرور ہی پیدا ہوا کرتی ہیں تو وہ کنکریں جو اس مقام پر عاشقانہ نیازمندی میں ماری جاتی ہیں اگر چونکہ مومن کی توجہ جب ایک کام کی طرف رہے تو وہ اسے بار بار کرتا ہے اور روک بھی پیدا ہوتی رہتی ہے اس لیے ہر بار ابراہیم علیہ السلام اسے دھتکارتے رہے۔

اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن میں سے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج جس نیازمندی میں داخل ہیں ان کا بیان کر دیا ہے۔

ایک نیازمندی یعنی ایمان کا ذکر نہیں ہوا، وہ بھی اس میں داخل ہے۔ اللہ پر ایمان لانے کے یہی معنی ہیں کہ جب انسان دل لگاتا ہے تو اسے کہنا ہی پڑتا ہے کہ ہم بھی کسی کے ہیں۔ پھر اس دعویٰ کو نبھانے اور اس کے تقاضا کو پورا کرنے کے واسطے باقی نیازمندیاں ہیں۔ اہل فلسفہ نے مانا ہے کہ تبادلہ خیالات کے واسطے سیاحت اور سفر نہایت ضروری ہیں اور جب تک انسان مختلف ممالک کے اخلاق و عادات کو نہ دیکھے تو وہ اصلاح نہیں کرسکتا۔ شریعت اسلام نے اول تو تبادلہ خیالات کا اس طرح کیا کہ محلہ کی مسجد میں وہاں کے لوگ پانچ وقت جمع ہوں۔ پھر ہر جمعہ کے دن دیہات کے سب لوگ اور عیدیں وغیرہ میں شہر اور دیہات وغیرہ کے سب لوگوں کا اجتماع کیا ہے اور کل ممالک کے اجتماع کے واسطے حج رکھا ہے۔ مگر یہ دنیا کا خیال ہے اور چونکہ غریب لوگ ایسے فوائد قوم کو نہیں پہنچا سکتے اس لیے صرف امراء کی تخصیص کی۔ اجتماع میں چونکہ حفظ صحت کا خیال ضروری ہے اس واسطے رتیلے میدان میں یہ اجتماع رکھا گیا۔

☆☆☆

بزرگوں کے لطیفے

☆مولانا سید اسماعیل شہیدؒ کے ایک ہم سبق دہری خیال کے تھے۔ ایک دن انہوں نے مولانا کو چھیڑا کہ ڈاڑھی تو ایک مد زائد ہے۔ فطری نہیں۔ کیونکہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو ڈاڑھی نہیں ہوتی۔ والزوائد بالحذف۔ مولانا نے برجستہ جواب دیا کہ دانت بھی تو فطری نہیں ہیں کیونکہ بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے دانت نہیں ہوتے تو ان کو بھی توڑ دینا چاہئے۔ یہ جواب سن کر مولانا عبدالحئی نے فرمایا "واہ مولانا! کیا دندان شکن جواب دیا ہے۔"

☆حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ماش کی دال زیادہ پسند تھی وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو ماش کی دال زیادہ پسند ہے، مگر ماش اچھے ہوں، بد ماش نہ ہوں۔ تلفظ لفظی سے آپ نے حسن معنی پیدا کر دئے۔

☆مولوی عبدالرب ایک متبحر عالم تھے۔ ایک دفعہ چند احباب ایک شخص کو لے کر آپ کے دولت کدہ پر تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی ہے۔ لیکن کسی غیر مقلد مولوی نے طلاق نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ جواز یہ پیش کیا کہ اس نے طلاق "طا" کی بجائے "تا" سے دی ہے۔ اس پر ازراہ تمسخر آپ نے فرمایا کہ اس کا تو نکاح بھی سرے سے ہوا ہی نہیں، کیونکہ اس نے "حائے حطی" کی بجائے "ہائے ہوز" سے نکاح کیا ہے۔

☆حضرت امیر خسرو کو معمہ اور چیستاں بنانے میں بڑی مہارت حاصل تھی آپ نے ادریس نامی ایک شخص کے نام کی پہیلی بنائی اور مولانا جامی کے پاس بھیج دیا۔ مولانا نے اس شخص کا نام دریافت کیا تو وہ مولانا جامی کے سامنے پہلے سیدھا کھڑا ہوگیا۔ پھر رکوع کی حالت میں جھک گیا، پھر ڈاڑھی کو پھٹکار دیا۔ مولانا جامی بے حد ذہین تھے، پہچان گئے اور فرمایا "ادریس نام داری؟" آپ نے قیام سے الف مراد لیا، رکوع کی شکل دال سمجھی، ڈاڑھی کو پھٹکارنے سے لفظ ریش کے نقطوں کو جھٹکنے سے بننے والا لفظ "ریس" مراد لی اور تمام کو جوڑنے سے "ادریس" بنا۔

☆☆☆

حج بدل

ڈاکٹر بشارت احمد صاحبؒ

اول تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کوئی نیکی کر جائے تو جو ثواب اس نیکی پر مترتب ہوگا اس سے اس نیکی کے ثواب کی کوئی نسبت ہی نہیں جو اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے اس کے ورثاء کریں۔ مثلاً ایک شخص اپنی زندگی میں دسواں حصہ اپنے ترکہ کا خدا کی راہ میں دے جاتا ہے تو جو ثواب اسے ملے گا وہ ثواب اس حالت میں نہیں مل سکتا کہ اگر اس کے ورثاء اس کے مرنے کے بعد دسواں حصہ ترکہ کا اس کے نام خدا کی راہ میں دے دیں۔ میں مانتا ہوں کہ اس خیرات کا ثواب متوفی کی روح کو پہنچتا ہے۔ مگر یہ ثواب اُس ثواب کے برابر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اسے اس ثواب سے کوئی نسبت ہی نہیں جو ثواب کسی شخص کو اپنی زندگی میں اپنے ہاتھ سے خیرات کرنے میں مترتب ہوتا ہے۔

اسلام نے دو عبادتوں کا بدل رکھا ہے اور انہی لوگوں پر رکھا ہے جو لایکلف اللہ نفساً الا وسعھا کے ماتحت ان کے مکلف ہیں۔ ایک روزہ، دوسرا حج۔ اس میں کیا شک ہے کہ اگر انسان مسافر ہو یا مریض یا روزہ رکھنے کے ناقابل ہو تو وہ طعام مسکین کا فدیہ دے سکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس فدیہ سے ان روحانی برکات سے انسان کس طرح متمتع ہوسکتا ہے جو روزہ رکھنے سے انسان کو حاصل ہوتی ہیں۔ خدا کی رضا کے لیے بھوکا پیاسا رہنا، تکلیف اور مشقت اٹھانا ایک بڑی قربانی ہے جو روزہ دار سے سرزد ہوتی ہے۔ پس جو ثواب اور روحانی ترقی روزہ رکھنے والے کو حاصل ہوگی۔ وہ اس شخص کو کیسے حاصل ہوسکتی ہے جس نے روزہ رکھا ہی نہیں بلکہ صرف ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا۔ مسکین کو کھانا کھلانا بجائے خود ایک ثواب ہے جسے شریعت نے روزہ کے فرض کے ترک ہوجانے کا فدیہ قرار دیا ہے۔ مگر فدیہ کے فقط یہ معنی ہیں کہ ترک فرض سے جو گناہ ہوتا اس کا بدل ہوگیا، اب اس کے روزہ نہ رکھنے میں گناہ کوئی نہیں۔ لیکن وہ ثواب اور روحانی ترقی بھی تو نہیں جو ایک روزہ دار کو حاصل ہوتی ہے۔

اسی طرح حج کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے لیے ایک بڑی بھاری قربانی ہے، گھر، بار، وطن، اعزا و اقرباء چھوڑ کر دیار محبوب کو چل دینے اور بہت سا مال خرچ کر کے طرح طرح کی پابندیوں کے ساتھ مشقتیں جھیلنے میں اور بیت اللہ کا طواف اور عبادت اور عرفات کی حاضری وغیرہ میں نفس کو زبردست مجاہدہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ ان تمام باتوں کے ثواب کو وہ ثواب کیسے پہنچ سکتا ہے، جو حج بدل پر مرتب ہوتا ہے۔ کچھ شک نہیں اس میں مال کی قربانی ہے اور اپنے اندر نادار بھائی کی روحانی ترقی اور ثواب کے لیے سامان مہیا کرنا خود ایک ثواب ہے۔ لیکن جو ثواب خود اسے مال خرچ کر کے اور طرح طرح کی مصیبتیں جھیل کر اور عبادتیں کر کے حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس صورت میں حاصل نہیں ہوسکتا۔ ہاں حج بدل سے ترک فرض کا کفارہ ہوگیا۔ اب اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ یاد رہے کہ حج صرف اس کے لیے فرض ہے جس کے پاس زاد راہ کے لیے کافی روپیہ ہو اور اس کے لیے مکہ معظمہ میں امن ہو۔ اور اس کی صحت بھی درست ہو۔ اگر یہ باتیں نہیں تو اس پر حج بھی فرض نہیں۔ ایسا شخص اگر حج بدل نہ بھی کرے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ مثلاً ایک نادار شخص ہے وہ نہ حج کرواسکتا ہے نہ حج بدل کرواسکتا ہے، اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اسی طرح ایک شخص اگر خرابی صحت یا امن نہ ہونے کی صورت میں حج نہیں کرسکا تو عنداللہ وہ بھی معذور ہے لیکن اگر وہ اپنی جگہ کسی نادار شخص کو حج کروادے تو اس میں کیا شک ہے کہ وہ بڑے ثواب کا مستحق ہے۔

اسی طرح ایک شخص دولت مند ہے مگر اپاہج والدین کی خدمت میں لگا ہوا ہے اس لیے حج کو نہیں جاسکتا، اگر وہ اپنی جگہ حج بدل کروا دے تو ترک فرض کا گناہ معاف ہوگیا۔ ایک بھائی کو حج کروانے اور والدین کی خدمت کا ثواب مزید برآں ہوگیا۔ لیکن بایں ہمہ وہ روحانی ترقیات جو حج کرنے سے خود حاصل ہوتیں وہ اسے کس طرح مل سکتی ہیں۔ گویا حج بدل بجائے خود ایک بہت بڑی نیکی ہے جو حج فرض ہونے کی صورت میں اور کسی وجہ سے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہوجانے کا کفارہ ہوجاتا ہے۔

☆☆☆

انسان کا خدا سے براہِ راست تعلق

مسز علیم اقبال

دوسرے کئی لوگوں کی طرح مجھے بھی اس چیز کی ضرورت محسوس ہوئی کہ میں سچے مذہبی عقائد کو اپناؤں اس کا احساس مجھے بہت سے ذاتی ناخوشگوار تجربات کے بعد ہوا۔ میری خوش قسمتی تھی کہ میری والدہ بڑی سمجھ دار خاتون تھیں۔ (میرے والد میری پیدائش سے تھوڑا عرصہ قبل وفات پاچکے تھے) وہ میرے خیال کے مطابق ان دنوں راسخ العقیدہ مسیحی تھی اور ان عورتوں کی طرح نہ تھی۔ جو ہر اتوار کو تو گرجا جایا کرتی ہیں۔ مگر اس کے بعد سب کچھ بھول جاتی ہیں۔ بلکہ وہ مسیحی عورتوں میں سے تھی جو باقاعدہ اپنے عقائد کے مطابق عمل کرنے کی بھی کوشش کرتی ہیں۔ اس ماحول کے باوجود میں اپنے بچپن سے ہی اپنی ماں کی طرح راسخ العقیدہ نہ تھی۔ میں بائبل میں بیان کردہ واقعات کو معمولی قسم کے واقعات سمجھا کرتی تھی۔ اور ان میں سے بیشتر کو اب بھی ویسے ہی سمجھتی ہوں تمام بائبل کو شروع سے آخر تک میرے نہ پڑھ سکنے کی ایک وجہ تو یہی تھی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ میرا ذہن ان متضاد عبارتوں اور نقائص کے ہوتے ہوئے اسے خدا کا کلام تسلیم نہ کرسکا۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا میں بانگ دہل اعتراف کرتی ہوں کہ میں عیسائیت اور بائبل کے متعلق عیسائی ہوتے ہوئے جس قدر واقفیت رکھتی تھی اب میں اسلام لانے کے بعد اس سے کہیں زیادہ واقفیت رکھتی ہوں۔

جو لوگ میری طرح جنگ عظیم کے دوران لندن میں مقیم تھے وہ جانتے ہیں کہ ان دنوں ہماری زندگی کس قدر تبدیل ہو رہی تھی۔ ۱۹۳۹ء میں میری عمر ۱۱ برس کی تھی۔ اس عمر میں ذہن پر مختلف اثرات فوری طور پر نقش پذیر ہوتے ہیں۔ جنگ کی ہولناکیوں سے جو خود دیکھیں یا دوسروں سے سنیں میں اس نتیجہ پر پہنچی کہ اس دنیا کا اگر کوئی خدا ہے تو وہ ایسی تباہ کاریوں کو مکمل طور پر وقوع پذیر نہیں ہونے دے گا۔ یہ عظیم جنگ دو فوجوں کے درمیان نہیں تھی بلکہ نہتے اور بے بس انسانوں کا سامنا انتہائی تباہ کن ہتھیاروں سے تھا۔

۱۹ برس کی عمر میں ویسٹ انڈیز کے ایک چینی طالب علم سے میری شادی ہوگئی جو ان دنوں ڈاکٹری کی تعلیم پا رہا تھا، دو لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں۔ لیکن یہ شادی ناکام رہی۔ ۷ سال کے بعد جب کہ میں برٹش گیانا میں اپنے وطن سے چار ہزار میل دور تھی طلاق ہوگئی۔ پریشان کن حالات کے باعث اس وقت مجھ پر نہایت پژمردگی اور افسردگی چھا گئی۔

میں نے انگلستان واپس جانے کے لیے کرایہ کی رقم جمع کی۔ لیکن چونکہ انگلستان میں میری رہائش گاہ کا تسلی بخش انتظام نہ تھا۔ اس لیے میں نے اپنے دونوں بچوں کو ان کے باپ کے پاس ہی چھوڑ دیا۔ وہ گورنمنٹ ہسپتال میں ایک اسپشلسٹ تھا۔ جسے وہاں بہت سی سہولتیں حاصل تھیں۔

جب کسی کو سخت پریشان کن حالات سے گذرنا پڑے تو وہ طبعی طور پر دنیاوی امور سے منہ موڑ کر کسی بڑے ارفع مقصد کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ میرے ساتھ بھی اسی طرح ہوا۔ مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ اگر ہم اپنی من گھڑت باتوں کی تکمیل میں مصروف رہے تو یہ بالکل حقیری چیزیں ہیں زندگی کا کوئی اعلیٰ مقصد ہونا چاہئے اس کے لیے ہمیں کسی مذہب پر یقین کرنا ہوگا جو ہمارے اچھے اور برے دنوں میں کام آسکے۔ اور کچھ سچے اصول ہونے چاہئیں جو ہمیں خدا کی مرضی کے مطابق چلنے میں مدد دے سکیں۔ اس طرح مجھ میں سچے مذہب اور سچے خدا کی جستجو پیدا ہوگئی۔ میں اس کا بخوشی اظہار کرتی ہوں کہ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے مجھے سفر طے کرنا تھا وہ زیادہ طویل نہ تھا اس جستجو نے مجھے پہلے بیٹرین چرچ سے وابستہ کر دیا جس کی سادگی مجھے پہلے پہل اچھی معلوم ہوئی۔ لیکن پھر اس نے مجھے مایوس کر دیا، میرے سوالات کے جوابات میں قطعی خاموشی اختیار کی جاتی تھی یا مجھے یہ کہا جاتا تھا کہ ایمان کے بارے میں سوال نہیں کرنا چاہئے۔ چرچ جس مقصد کے لیے قائم کیا گیا تھا ان پادریوں کو اس کا بالکل احساس نہ تھا۔ ان میں ایک شخص بھی ایسا اعلیٰ پایہ کا عالم نہ تھا جس کے جواب سے لوگ مطمئن ہوسکیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میری مالی حالت اس قابل نہیں کہ میں ان کے روز روز کے مطالبے پورے کرسکوں تو انہوں نے مجھ میں دلچسپی لینا چھوڑ دی۔ ان کا یہ خالص دنیوی قسم کا سلوک یسوع کی تعلیم کے اس قدر خلاف تھا کہ میں پریشان تھی کہ اب میں کدھر جاؤں۔

اس کے بعد ایک دن میں نے اسلام پر ایک مسلمان عالم کو گفتگو کرتے سنا ، ہر دعویٰ کی معقول دلیل اور ان کی سنجیدہ گفتگو نے مجھے متاثر کیا۔ وہ بڑے موثر انداز سے گفتگو کر رہے تھے۔ اس سے صاف واضح تھا کہ محض ان کی تقریر ہی نہیں بلکہ ان کا دل و دماغ سامعین کو اس سچائی کا یقین دلانے کی انتھک جدوجہد کر رہا ہے۔ جس پر وہ خود علی وجہ البصیرت یقین رکھتے ہیں۔ جو حقائق انہوں نے بیان کئے اگرچہ وہ میرے لیے بالکل نئے تھے لیکن جس قدر میں ان پر مزید غور کرتی رہی۔ مجھے زیادہ مدلل دکھائی دینے لگے۔

ان میں سے ایک زیر بحث مسئلہ صلیب پر مسیح کی موت تھا مجھے اس سے پہلے مسیح کی جانی قربانی پر کوئی شک نہ تھا لیکن اس کے متعلق اسلامی نظریہ معلوم کرنے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ یہ بات قابل قبول ہے کہ خدا کا یہ ارادہ ہرگز نہ تھا کہ مسیح قربانی کی موت مرے۔ پھر مجھے یہ معلوم کر کے کہ مسیح حادثہ صلیب کے بعد زندہ رہے تا وہ اپنے مشن کو تکمیل کو پہنچا سکیں اور بھی زیادہ تعجب ہوا۔

اسلام نے میرے دل و دماغ پر نہایت خوشگوار اثر ڈالا اور میں نے محسوس کیا کہ اسلام تمام دوسرے مذاہب سے زیادہ مکمل مذہب ہے جو انسانیت کی بہبودی کے لیے بہترین حل پیش کرتا ہے۔ قرآن شریف کے بار بار مطالعہ اور ہر مرتبہ زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہو کر میں اس کتاب کے اس دعوے سے متفق ہو گئی۔ "یہ ایک عمدہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں، یہ اچھی فطرت رکھنے والوں کے لیے بہترین راہ نما ہے۔" (ذالك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين) اس کتاب میں ایسے قوانین موجود ہیں جن کی روشنی میں چل کر انسان مطمئن زندگی گذار سکتا ہے اور اپنی روزمرہ کی زندگی کے ساتھ ساتھ مذہب کو بھی اپنا سکتا ہے۔

دسمبر ۱۹۵۸ء میں میں اور میرے خاوند نے امام صاحب سے یہ پوچھنے کی جرأت نہ کی کہ کیا ہم اسلام قبول کر سکتے ہیں؟ بلکہ ہم نے التجا کہ کہ کیا اسلام ہمیں قبول کرلے گا؟ اگر مجھ سے میری زندگی کی آخری خواہش دریافت کی جائے تو میں کہہ سکوں گی کہ کاش میں اپنی زندگی میں ہی تمام دنیا میں امن قائم ہوتا دیکھ سکوں۔ اور میں یہ جانتی ہوں کہ یہ خوش کن دن تب آئے گا جب تمام دنیا کے لوگ اسلام قبول کرلیں گے۔

اسلام فرد اور قوم کے لیے امن، محبت اور خیر سگالی کا مذہب ہے۔ میں نے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب دیکھا ہے جس میں رنگ و نسل کی کوئی تفریق نہیں پائی جاتی۔ جبکہ مسیحی گرجوں میں مجھے کئی بار رنگ و نسل کی تفریق کے مواقع دیکھنے پڑے ہیں۔ مثال کے طور پر میں اپنے ایک دوست کا واقعہ بیان کرتی ہوں۔ وہ ٹرینیڈاڈ کا سیاہ فام باشندہ تھا۔ اس نے جنگ عظیم کے دوران برطانیہ کی رائل ایرفورس کی طرف سے لڑنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ ان دنوں وہاں جبری بھرتی نہیں تھی بلکہ اس نے اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر پیش کیا تھا اس نے پائلٹ کی ذمہ داری سنبھال لی جو بڑی پرخطر ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اتفاقی طور پر اسے لندن پہنچنے کا موقعہ ملا۔ ان دنوں چونکہ وہ ایک مخلص مسیحی بن گیا تھا۔ اس لیے اس نے وہاں کے ایک گرجا میں جانے کا ارادہ کیا۔ گرجا کا یہ دستور تھا کہ عبادت کے اختتام پر پادری گرجا کے دروازہ پر آ کھڑا ہوتا ہے اور تمام باہر نکلنے والوں سے مصافحہ کرتا جاتا ہے۔ جب پائلٹ کے لباس میں ملبوس یہ سیاہ فام نوجوان گرجا سے نکلنے لگا تو پادری نے اس سے بھی مصافحہ کیا اور کہا کہ گرجا میں عبادت کے لیے آپ کی آمد سے بڑی خوشی ہوئی۔ لیکن چونکہ گرجا میں دوسرے آنے والے (سفید فام) آپ کی یہاں موجودگی پسند نہیں کرتے، اس لیے آئندہ یہاں تشریف نہ لائیں۔ مجھے اس واقعہ پر سخت تعجب ہوا، اگر یہ بات درست مان لی جائے تو بالفرض یسوع مسیح کا رنگ سیاہ فام ہو اور وہ گرجا میں داخل ہونا چاہیں تو کیا انہیں سفید رنگ کا نہ ہونے کے باعث وہاں داخل ہونے سے روک دیا جائے گا؟ اگر یسوع کو پتہ چلے کہ اس کی تعلیم کس قدر بگاڑ دی گئی ہے تو اس پر کیا گذرے گی؟ خدا تعالیٰ کی نظر میں تمام لوگ برابر ہیں اسی نظریہ کو تسلیم کر کے ایک ایسی دنیا تعمیر کی جاسکتی ہے کہ جس میں تمام اقوام اور تمام افراد پہلو بہ پہلو امن اور اخوت سے رہ سکتے ہیں۔

اسلام کی خوبی جس نے مجھے متاثر کیا ہے بندہ کا خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق ہے۔ آپ یقین رکھ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کا دوست بھی ہے اور آپ کا نگہبان بھی۔ وہ آپ کا معلم بھی ہے اور آپ کا محافظ بھی، مصیبت کے وقت آپ کا غمخوار بھی ہے اور بھٹکتے وقت آپ کا رہبر بھی۔ اگر آپ اس سے تھوڑی سی محبت کرتے ہیں تو وہ آپ سے اس سے بڑھ کر محبت کرتا ہے۔

اسلام میں تثلیث کے تصور کی پیچیدگی نہیں ہے بلکہ خدا کے ایک ہونے کا تصور ہے اسلام کا خدا عہد نامہ قدیم کے غضبناک خداوند کی مانند نہیں ہے۔ بلکہ وہ نہایت رحم دل اور منصف مزاج ہے۔

اسلام میں میں نے اپنا خدا پالیا وہ خدا (باقی صفحہ ۱۵ پر)

اسلام: کمزور طبقات کے حقوق کا محافظ

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

ہر سال ۱۰ ر دسمبر کا دن "یوم حقوق انسانی" کی حیثیت سے منایا جاتا ہے۔ آج سے تقریباً ۵۶ سال قبل ۱۹۴۸ء میں اس تاریخ میں اقوام متحدہ کے ممبر ملکوں نے اس مشہور عالم، دستاویز کو منظوری دی تھی جو "منشور حقوق انسانی" کے نام سے معروف ہے۔ اس منشور میں دفعات کی شکل میں انسانوں کے بنیادی حقوق کی صراحت کی گئی ہے اور ممبر ملکوں سے کہا گیا ہے کہ وہ ان حقوق کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے کوشش کریں اور ایسے قوانین بنائیں جو ان کے تحفظ کی ضمانت دیتے ہوں اور ان کی پامالی کی صورت میں ان سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

"منشور حقوق انسانی" نقطہ عروج ہے ان کوششوں، جدوجہد اور کشمکش کا جو گزشتہ تین صدیوں سے مغربی ممالک میں حکمرانوں اور عوام کے درمیان برپا رہی ہے۔ پہلے حکمرانوں کو آمرانہ اختیارات حاصل تھے اور عوام ان کے رحم و کرم پر زندگی گذارتے تھے۔ آہستہ آہستہ عوام میں سیاسی شعور پیدا ہوا۔ بنیادی انسانی حقوق کے سلسلے میں ان میں بیداری آئی۔ انہوں نے ان کے حصول کے لیے تحریکیں برپا کیں۔ اس کے نتیجے میں عوام طاقتور ہوتے گئے۔ اور بالآخر انہیں اقتدار میں شریک کر لیا گیا اور ممالک کے دستوروں میں تحفظ حقوق کی ضمانتیں فراہم کی گئیں۔ لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ انسانوں کے بنائے ہوئے یہ دستور ان کے ہاتھوں میں بازیچۂ اطفال بنے رہتے ہیں۔ حکمراں جب چاہتے ہیں ہنگامی حالات کا بہانہ کر کے دستور کو معطل کر دیتے ہیں، شہری آزادیوں کو سلب کر لیتے ہیں اور بنیادی حقوق کی سنگین خلاف ورزیاں کرتے ہیں۔ کسی فرد کو یہ حق نہیں ہوتا کہ وہ غصب شدہ حقوق کے حصول کے لیے قانونی چارہ جوئی کر سکے۔ مزید برآں بنیادی حقوق کا یہ تصور اہل مغرب کے نزدیک نیشنلزم پر مبنی ہے۔ مغربی ممالک جو حقوق اپنی قوم کے لئے تسلیم کرتے ہیں۔ انہیں دوسری قوموں کو دینے پر تیار نہیں ہوتے جو حقوق برطانوی شہریوں کو حاصل تھے، برطانیہ کی نوآبادیات کے رہنے والے ان سے محروم تھے۔ امریکہ میں سیاہ فام لوگوں کو سفید فام لوگوں کے مساوی حقوق حاصل نہیں ہیں۔ امریکہ نے افغانستان کے جن معصوموں کو دہشت گردی کا الزام لگا کر گوانتاناموبے میں قید کر رکھا ہے۔ انہیں وہ حقوق نہیں دیئے گئے ہیں جن سے امریکی جیلوں میں قید ملزمین بہرہ ور ہیں۔ ٹیلیویژن پر چند امریکی فوجی قیدیوں کی تصویریں مغربی ایوانوں میں زلزلہ پیدا کر دیتی ہیں۔ لیکن ہزاروں عراقی قیدیوں کی ٹیلی ویژن پر بار بار نمائش، ان کے بنیادی انسانی حقوق کی پامالی اور ان پر لرزہ خیز مظالم سے کسی کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

انسانی حقوق کے سلسلے میں اسلام کو متعدد پہلوؤں سے امتیاز حاصل ہے جو حقوق آج انسانوں کی طویل جدوجہد اور کشمکش کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام نے آج سے چودہ سو سال قبل ان کا اعلان کیا تھا اور ریاست کو ان کی ادائیگی کا پابند بنایا تھا۔

"امام جو لوگوں پر حکمرانی کر رہا ہے وہ ان کا نگراں ہے اور اس سے ان کے بارے میں پوچھا جائے گا" (بخاری و مسلم) اسلام کے عطا کردہ یہ حقوق نہ کبھی منسوخ ہو سکتے ہیں، نہ انہیں کسی حال میں معطل کیا جا سکتا ہے، حتیٰ کہ دشمنوں اور جنگی قیدیوں کو بھی ان سے محروم نہیں کیا جا سکتا:

"اللہ کی باتوں کو بدلنے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔"

(الانعام: ۳۴)

اسلام کے نزدیک تمام انسان ان سے بہرہ ور ہوں گے، خواہ ان کا تعلق کسی نسل سے ہو، کوئی زبان بولتے ہوں اور کسی خطے کے رہنے والے ہوں:

"نہ عربی کو عجمی پر فضیلت ہے نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر، سوائے تقویٰ کے۔" (مسند احمد)

بنیادی حقوق سے ہمیشہ کمزور، محروم رکھے گئے ہیں، خواہ وہ کمزور حکومتیں ہوں یا کمزور قومیں سماج کے کمزور طبقات ہوں یا کمزور افراد، طاقتوروں نے اپنی طاقت اور قوت کے غرور اور نشہ میں ہمیشہ انہیں دبایا اور کچلا ہے۔ اقبال نے صحیح کہا ہے

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

اسلام کمزوروں کے حقوق کا محافظ بن کر سامنے آتا ہے وہ تفصیل

سے ان کے حقوق بیان کرتا ہے اور انہیں ادا کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ حقوق اللہ تعالیٰ نے لازم کیے ہیں، اس لیے اگر کسی نے ان کی ادائیگی میں کوتاہی کی یا انہیں پامال کیا تو اللہ تعالیٰ اس پر اس کی سخت باز پرس کرے گا۔

سماج کا سب سے کمزور طبقہ عورتوں کا ہے، وہ ہر دور میں اپنے بہت سے حقوق سے محروم رہی ہیں اور آج بھی تمام تر ترقیوں اور روشن خیالیوں کے باوجود استحصال کا شکار ہیں۔ پہلے انہیں مردوں کا ضمیمہ سمجھا جاتا تھا اور آج بھی انہیں نصف بہتر Half Better کہا جاتا ہے۔ پہلے انہیں میراث سے محروم رکھا گیا تھا اور آج بھی ان کا یہ حق تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ پہلے لڑکی کی پیدائش کو نحوست خیال کیا جاتا تھا اور اس کی خبر پورے خاندان کو سوگوار کر دیتی تھی اور آج بھی جدید ترین ٹکنالوجی کے ذریعے اس کی پیدائش روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسلام نے عورت کو مستقل شخصیت سے نوازا اور اسے مردوں کے مساوی حیثیت دی۔ اس نے میراث میں مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حصہ متعین کیا:

"مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔" (النساء۔۷)

اس نے نکاح میں عورت کی مرضی اور اذن کو ضروری قرار دیا:

"شوہر دیدہ (بیوہ مطلقہ) عورت کا نکاح نہیں کیا جائے گا۔ جب تک کہ اس کی رائے معلوم نہ کر لی جائے اور باکرہ (دوشیزہ) کا نکاح نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے۔"
(بخاری ومسلم)

اس نے مہر کو عورت کا حق قرار دیا اور مرد پر اس کی ادائیگی کو لازم کیا:

"اور عورتوں کے مہر خوش دلی کے ساتھ (فرض جانتے ہوئے) ادا کرو۔" (النساء۔۴)

اس نے عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا:

"ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو۔" (النساء۔۱۹)

اس نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کو، مرد کی عظمت اور بہتری کی پہچان قرار دیا:

"تم میں سے بہتر لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔" (ترمذی)

اس نے لڑکیوں کی پیدائش کو مبارک اور ان کی پرورش پر جنت کی بشارت دی:

دوسرا کمزور طبقہ یتیموں کا ہے۔ جس بچے کے سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا ہو اور جس عورت کا سہاگ لٹ گیا ہو، بہت سے سماجوں میں دونوں کو گری نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔ کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا دونوں کسمپرسی کی حالت میں زندگی گزارتے ہیں۔ بیوہ کو منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ اس کی زندگی موت سے بدتر ہوتی ہے۔ اسلام نے یتیموں اور بیواؤں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، ان کی خبر گیری کرنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کی سخت تاکید کی ہے اور اس معاملے میں کوتاہی یا ان کی حق تلفی کرنے والوں کو مجرم قرار دیا ہے۔ قرآن یتیموں کا مال ہڑپ کرنے سے منع کرتا ہے۔ (النساء۔۲، الانعام۔۱۵۲، بنی اسرائیل۳۴)

ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اے اللہ جو شخص ان دو کمزوروں، یتیم اور عورت کا حق ضائع کرے میں اسے خطا کار اور مجرم ٹھہراتا ہوں۔" (ابن ماجہ)

عرب کے معاشرے میں غلام، تمام انسانی حقوق سے محروم تھے۔ ان سے جانوروں کی طرح کام لیا جاتا تھا۔ وہ بے زبان مخلوق کی طرح زندگی گزارتے تھے۔ سماج میں ان کا کوئی مقام نہ تھا۔ یہی حیثیت آج ہمارے سماج میں بندھوا مزدوروں کو حاصل ہے۔ اسلام نے غلاموں کو انسانی تعلق سے بھائی قرار دیا اور مالکوں کو حکم دیا کہ ان کا پورا خیال رکھیں اور ان کی طاقت سے بڑھ کر کام نہ لیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے پس جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو، وہ اسے بھی وہی کھلائے جو خود کھائے اور وہی پہنائے جو خود پہنے۔ تم ان سے ایسے کام نہ لو جو ان کی طاقت سے باہر ہوں۔ اگر ان سے ایسے کام لو تو ان کی مدد کرو۔"
(بخاری ومسلم)

مزدوروں کے لیے حدیث ہے کہ "مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے قبل اس کی مزدوری دے دو۔" (ابن ماجہ)

سماج کے کمزور طبقات میں اقلیتوں کو بھی شمار کیا جا سکتا ہے۔ اقلیتیں عموماً اکثریت کے رحم وکرم پر زندگی گزارتی ہیں۔ انہیں دستوری طور پر مساوی حقوق حاصل ہوں تو بھی عملاً وہ اکثریت کے ظلم وتعدی کا شکار رہتی ہیں۔ آئے دن ان کی جان، مال اور عزت وآبرو پر حملے ہوتے ہیں۔

اور وہ اپنا دفاع کرنے پر قادر نہیں ہوتیں۔ اگر اکثریت کو انتظامیہ کی بھی پشت پناہی حاصل ہو تو عدلیہ بھی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ سے بے بس رہتی ہے۔ اسلام اپنی ریاست میں رہنے والی اقلیتوں کے حقوق کا محافظ بن کر کھڑا ہوتا ہے۔ وہ مسلمانوں کو سخت تنبیہ کرتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ عدل وانصاف سے پیش آئیں، ان پر ظلم نہ ڈھائیں، ان کی عزت وآبرو سے نہ کھیلیں اور ان کا مال غصب نہ کریں، ورنہ قیامت میں وہ سخت سزا سے دوچار ہوں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"خبردار، جس نے معاہد (غیر مسلم جو معاہدہ کے تحت اسلامی ریاست میں رہ رہا ہو) پر ظلم کیا، اس کی توہین کی۔ اس کی طاقت سے بڑھ کر اس سے کام لیا، یا بغیر اس کی مرضی کے اس کی کوئی چیز لے لی تو میں قیامت کے دن اس مظلوم کی طرف سے اس کا مقدمہ پیش کروں گا۔" (ابوداؤد)

اسلام ایسا ماحول قائم کرنا چاہتا ہے کہ اگر سماج میں کوئی شخص کسی پر ظلم کر رہا ہو تو دوسرے لوگ اٹھ کھڑے ہوں۔ وہ ظالم کا ہاتھ پکڑ لیں اور اسے ظلم کرنے سے روک دیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے میرے بندو! میں نے اپنے اوپر ظلم کو حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام کر دیا ہے اس لیے آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔" (مسلم)

ایک موقع پر رسول ﷺ نے صحابہ کو اس معاملے میں غفلت نہ برتنے کی تلقین کرتے ہوئے انہیں متنبہ کیا:

"لوگ اگر کسی کو ظلم کرتا ہوا دیکھیں، لیکن اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو اندیشہ ہے کہ اللہ سب کو سزا دے گا۔"

بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی سماج انسانی حقوق کے سلسلے میں اس قدر بیدار ہو جائے کہ وہ ظالموں کو ظلم نہ کرنے دے اور مظلوموں کی مدافعت کے لیے کمربستہ ہو جائے تو وہ کتنا بہترین اور اعلیٰ قدروں کا حامل سماج بن جائے گا۔

کمزور طبقات کے جن حقوق کا تذکرہ کیا گیا ہے ان کی حیثیت محض خوش نما نظریات اور اصولوں کی نہیں ہے، بلکہ ان پر اسلام کے زیر سایہ صدیوں تک عمل ہوتا رہا ہے اور یہ طبقات ان سے بہرہ ور رہے ہیں۔ کبھی ان حقوق کی پامالی ہوتی ہے تو ان کی حفاظت کرنے اور ان کے سلسلے میں بیداری لانے کی کوششیں بھی کی جاتی رہی ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی تعلیمات کو عام کیا جائے اور تمام انسانوں کو باخبر کر دیا جائے کہ اسلام بنیادی انسانی حقوق کا پاسباں اور علمبردار ہے اور خاص طور پر کمزور طبقات کے حقوق کی حفاظت میں اسے سبقت حاصل ہے۔

(بحوالہ: راشٹریہ سہارا)

☆☆☆

اعجاز کے دوہے

پتھر ہے جھلسا ہوا، چونا پیاسا ناگ
تھوڑا پانی دو اسے، یہ اگلے گا آگ

☆☆☆

میں پتھر بنیاد کا، ناداں مجھے نہ چھیڑ
میرے سینے پر اُگا، گر جائے گا پیڑ

☆☆☆

لے آیا کس شہر میں، کون کرم سنجوگ
دشا بدلتے راستے، آنکھ بدلتے لوگ

☆☆☆

پیچیدہ ہیں راستے، گلیاں ہیں گنجان
گھر اپنا بھی ڈھونڈنا، یہاں نہیں آسان

☆☆☆

کھانے کو روٹی نہیں تن پر نہیں لباس
رام راج کی آس میں کاٹے سال پچاس

☆☆☆

ہوگی اپنے گھر کبھی پھولوں کی برسات
میں پگلا اس آس میں ہنستا ہوں دن رات

☆☆☆

راتوں نیند آئے نہیں، آس کرے ہے ناز
کبھی تو سپنا بھور کا سچ ہوگا اعجاز

بھگوان داس اعجاز

اولاد کے حقوق اور موجودہ دور میں ان کی حق تلفی

محمد شمشاد ندوی

مستقبل کا معمار، والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، عزیزوں اور رشتہ داروں کا پیارا، ہرایک کی آنکھوں کا تارا، صفحۂ ہستی کا خوبصورت وجود، اپنے مستقبل سے غافل، اپنی چھوٹی سی دنیا میں مست ومگن اور چمن ہستی کا ایک دلکش پھول جسے ہم بچہ کہتے ہیں۔ وہ آج انسانی درندوں کے ہاتھوں مختلف قسم کے مصائب وآلام، ذلت ورسوائی سے دوچار ہے، کبھی ان کے ہاتھ پاؤں یا آنکھیں ضائع کرکے بھیک مانگنے اور ظالم آقا کی جھولی بھرنے کے سامان بنادیا جاتا ہے۔ تو کبھی انہیں جیب کاٹنے، چوری کرنے، مال اچکنے، اسمگلنگ کرنے اور گندے کاموں میں ملوث کردیا جاتا ہے، تو کبھی ہزاروں بچوں کو اغوا کرکے ان سے سخت کام کی انجام دہی کے ساتھ جسم سے روزانہ خون نکال کر فروخت کیا جارہا ہے، تو کبھی فیکٹریوں، کارخانوں، ہوٹلوں میں نہایت ہی قلیل مزدوری کے عوض ان کی طاقت سے زیادہ کام لیا جارہا ہے، تو کبھی ان کو ان کے قیمتی اعضاء کی خاطر بیدردی سے قتل کیا جارہا ہے، حالانکہ چمن ہستی کے نازک پھول اور مستقبل کے معمار کے ساتھ نرمی ومحبت، شفقت ومہربانی اور لاڈ وپیار کے ساتھ ان کی تعلیم وتربیت کا بہترین نظم کیا جانا چاہئے تھا۔ اس لیے کہ اس دنیا کی باگ ڈوران کے ہاتھ میں آنے والی ہے، ان کی جتنی اچھی تعلیم وتربیت ہوگی اسی قدر دنیا میں امن وامان قائم ہوگا اور محبت والفت، یکجہتی وبھائی چارگی کی فضا عام ہوگی۔

اسلام نے بچوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے، شفقت ومہربانی سے پیش آنے، ان کی اچھی تعلیم وتربیت کرنے کی امت مسلمہ کو تاکید کی ہے اوران کو ہرطرح کی ذمہ داریوں سے سبکدوش رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ قوانین اسلام کا مکمل نفاذ بلوغ کے بعد ہوتا ہے، نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور جہاد جیسے اہم فرائض اور کسی طرح کی مالی ذمہ داری کا ان کو مکلف نہیں بنایا گیا ہے، البتہ والدین اوران کے سرپرستوں کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے اچھی عادتوں، خصلتوں اور ذکروعبادت کا عادی بنائیں، اس لیے کہ ایک مومن کو جہاں اس بات کی فکر ولگن ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کی دنیاوی زندگی سنور جائے، اور عزت وسربلندی میں اس سے بہت آگے نکل جائے، اس سے کہیں زیادہ اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ وہ عذاب قبر سے بچ جائے، جہنم کی آگ سے بچ جائے، اور جنت میں داخل ہوجائے یہ آیت ہمیشہ ان کے پیش نظر رہتی ہے۔

یا یھاالذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً و وقودھا الناس والحجارۃ.

اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں۔

اولاد کی تعلیم وتربیت خود والدین کے لیے دونوں جہاں میں سودمند ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لان یؤدب الرجل ولدہ خیرمن ان یتصدق بصاع۔

یعنی باپ کا اپنے بچے کو کوئی ادب سکھانا ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ راوی حدیث ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا من کان لہ ثلاث بنات او ثلاث اخوات اوبنتان او اختان فاحسن صحبتھن اتقی اللہ فیھن فلہ الجنۃ.

یعنی جس کے پاس تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اس نے ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اوران کے معاملے میں اللہ سے ڈرتا رہا اس کے لیے جنت ہے۔

اسلامی تعلیم یہ بھی ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت میں نرمی کا پہلو اپنایا جائے، ان کی معمولی کوتاہیوں کو معاف کیا جائے، ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کوئی کام نہ لیا جائے، نہ اس سے کوئی ایسا کام لیا جائے جس کی وجہ سے اس کی صحت وتندرستی خراب ہوجائے یا ان کا مستقبل تباہ وبرباد ہوجائے، سخت مار پیٹ نہ کی جائے، اچھے کاموں سے محبت وتعلق اور برے کاموں سے نفرت کا فطری جذبہ ابھارا جائے، ان کے جسم کا کوئی حصہ تلف وضائع نہ کیا جائے، نہ اس کو فروخت کیا جائے، والدین کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ ان کے ساتھ ظلم وناانصافی اور بدسلوکی کریں یا ان کو فروخت کردیں یا اس کے جسم کے کسی حصہ کو یا خون کو نکال کر فروخت کردیں یا ان کی مرضی کے بغیر مزدوری کے لیے کسی کے حوالہ کردیں۔

بچے رحمت وشفقت کے مستحق ہیں جوان کے ساتھ رحمت وشفقت کا معاملہ نہیں کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں ابن عباسؓ راویٔ حدیث ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من لم یرحم صغیرنا ویؤقر کبیرنا ویامر بالمعروف وینه عن المنکر فلیس منا

یعنی جو چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا، بھلائی کا حکم اور برائی سے منع نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ترمذی شریف میں ہے:

عن ابی هریرة قال ابصر الاقرع بن حابس النبی صلی الله علیه وسلم وهویقتل الحسن قال ابن عمر الحسن الحسین فقال: ان لی من الولد عشرة ماقبلت واحد منهم فقال رسول الله ﷺ انه من لایرحم لایرحم قال ابوعیسی هذا حدیث حسن.

حضرت ابوہریرہؓ راویٔ حدیث ہیں فرماتے ہیں کہ اقرع بن حابسؓ نے نبی کریم ﷺ کو حسن کو بوسہ لیتے دیکھا، حضرت ابن عمرؓ راوی نے کہا حسنؓ اور حسینؓ (دونوں کا بوسہ لیا) تو اس نے کہا بیشک میرے دس لڑکے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے:

عن عائشة رضی الله عنها قالت جاء الی اعرابی الی النبی ﷺ فقال اتقبلون الصبیان؟ فما نقلبهم فقال النبی ﷺ اواملك لك ان نزع الله من قبلك الرحمة.

ترجمہ: جب حضور اکرم ﷺ سفر میں ہوتے تو بچوں کی آنکھیں آپ ﷺ کے انتظار میں ہوتی تھیں جیسے ہی بچوں کو حضور کے آنے کی اطلاع ملتی فوراً استقبال کے لیے دوڑ پڑتے۔ حضور ﷺ سبھی سے شفقت ومحبت فرماتے تھے، ان میں جو سب سے پہلے آپ کے پاس آجاتا اس کو اپنی سواری پر بٹھالیتے، آپ ﷺ بچوں کو سلام کرتے، محبت وشفقت کرتے، ان کو گود میں بٹھاتے، ان سے پیاری پیاری باتیں کرتے، اور نرمی کے ساتھ غلط عادتوں سے دور رہنے کا حکم فرماتے تھے۔

آپ سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے، اس لیے آپ کی رحمت وشفقت مسلمان بچوں تک محدود نہیں تھی بلکہ مشرکین کے بچوں سے بھی محبت فرماتے تھے، ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے تھے، ایک دفعہ کسی غزوہ میں چند بچے بھی بےارادہ وعلم مارے گئے، آپ کو اطلاع ملی تو بڑا رنج ہوا، کسی کی زبان سے نکلا یا رسول اللہ وہ مشرکین کے بچے تھے، فرمایا: مشرکین کے بچے تم سے بہتر ہیں، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو، خبردار! بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا ہی کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔

اگر آپ باحیات ہوتے تو موجودہ دور کے بچوں کی حق تلفی واستحصال پر دنیا میں سب سے زیادہ جس ذات کو تکلیف وبےچینی ہوتی وہ آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہوتی، آپ ﷺ اس دنیا میں موجود نہیں ہیں لیکن آپ کی تعلیمات ہمارے پاس موجود ہے، انسان کیا بلکہ جانوروں کے ساتھ رحم وکرم کا معاملہ کرتے تھے اور صحابہ کرام کو اس کا حکم فرماتے تھے، اس لیے امت مسلمہ کی دوہری ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے بچوں کو صحیح تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ دیگر بچوں کے بارے میں بھی ہر ممکن فکر وکوشش کریں، چاہے ان کا تعلق کسی بھی ملک، قوم، نسل اور مذہب سے ہو، بچوں کے ساتھ ناانصافی وظلم، حق تلفی واستحصال پر امت مسلمہ کو بےچین وبےقرار ہوجانا چاہئے۔ کیونکہ امت محمدیہ بھلائی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے ہی کے لیے برپا کی گئی ہے ارشاد ربانی ہے:

کنتم خیرامة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون بالله.

تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

اس امت کا ہر فرد اپنی طاقت واستعداد کے مطابق اس میں حصہ لے ورنہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

والذی نفسی بیده لتامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر او لیوشکن الله ان یبعث علیکم عقابا من عنده لم تدعونه فلا یستجاب لکم.

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم لوگ ضرور ضرور لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو اگر ایسا نہ کروگے تو قریب ہے کہ اللہ تم پر اپنا عذاب مسلط کردے پھر تم اس عذاب سے نجات کی دعا مانگو اور دعائیں قبول نہ ہوگی۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ بعض بچے اپنی گھریلو مجبوری کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتے اگر وہ نہ کمائیں تو

گھر میں فاقہ کی نوبت آجائے، کبھی والدین اپنی تنگدستی وافلاس کی وجہ سے انہیں مزدوری کے لیے دوسرے کے حوالہ کر دیتے ہیں تو کبھی والدین فقر وفاقہ کی وجہ سے ان کو بیچ دیتے ہیں۔

آج سے چودہ سو سال پہلے اسلام نے جس جاہلیت کا خاتمہ کیا تھا وہ نئے طریقے سے آراستہ ہوکر پوری دنیا کو اپنی جانب مائل کر رہی ہے مشرکین عرب اپنے لڑکوں کو بتوں کے سامنے قربان کر دیتے تھے، حضرت عبدالمطلب کا اپنے بیٹوں میں حضرت عبداللہ کو بت کے سامنے قربان کرنے کا عزم مصمم مشہور ومعروف ہے، اسلام نے اس کے خلاف آواز بلند کی۔

وکذالك زين لكثيرمن المشركين قتل اولادهم شر كائوهم ليردوهم وليلبسوا عليهم دينهم ولوشاء الله ما فعلوه فذرهم ومايفترون.

اور اس طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کر دیں اور تاکہ ان کے طریقہ کو مخبوط کر دیں، اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجئے

ہندوستان کے ہندوؤں میں بھی دیوی دیوتاؤں کے سامنے اپنی اولاد کو قربان کر دینے کا رواج رہا ہے۔ موجودہ ہندوستانی قانون میں اس کی اجازت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود بتوں کے سامنے معصوم جانوں کی بلی چڑھانے کے واقعات پیش آہی جاتے ہیں۔

مشرکین عرب فقر وفاقہ کی وجہ سے بھی اولاد کو ہلاک کر دیتے تھے اس کی اسلام نے شدید مخالفت کی۔

لاتقتلوا اولادكم خشية املاق، نحن نرزقهم واياكم ان قتلهم كان خطأً كبيراً.

اور اپنی اولاد کو فقر وفاقہ کے خوف سے مار نہ ڈالا کرو، ہم ہی ہیں جو ان کو اور تم کو دونوں کو روزی دیتے ہیں بے شک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔

لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا بھی مشرکین عرب میں عام رواج رہا ہے، اس کے خلاف بھی اسلام نے سب سے پہلے آواز بلند کی، وہی لڑکی جو جاہلیت میں حقیر وذلیل تھی اسلام نے اس کو عزت وسربلندی عطا کی۔ آج پوری دنیا میں لڑکیوں سے نجات پانے کے لیے اسقاط حمل کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے جو ماں کے پیٹ سے زندہ سلامت بچ آتی ہیں وہ پیدائش کے بعد مختلف تدبیروں سے ہلاک کر دی جاتی ہیں، عالمی پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں لوگوں کے اندر کم سے کم اولاد کا رجحان تیزی سے پھیل رہا ہے۔

فقر وفاقہ سے بچنے کی آسان صورت آبادی پر کنٹرول کرنے کی ہر ایک کو فکر سوار ہے حالانکہ تمام مخلوقات کے خالق ومالک کا وعدہ ہے۔ "ومامن دابة فی الارض الاعلی الله رزقها."

اور کوئی (رزق کھانے والا) جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔

ان حالات میں حکومت، اہل ثروت اور صاحب علم وفضل کی ذمہ داری ہے کہ جن بچوں کے والدین زندہ ہیں ان کو اس بات پر مائل کیا جائے کہ آپ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت اور ان کے حقوق کی ادائیگی پر پوری توجہ دیں اور جن کے والد یا والدین وسرپرست نہیں ہیں ان کی کفالت حکومت یا اہل ثروت اپنے ذمہ لے لیں، سہیل بن سعد راوئ حدیث ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"وانا وكافل اليتيم فی الجنة كهاتين واشار باصبعيه يعنی السبابة والوسطی."

میں اور یتیم کی پرورش وکفالت کرنے والے جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں شہادت والی اور درمیانی والی سے اشارہ کیا۔

یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیر دینا بھی نیکی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"من وضع يده علی راس يتيم رحمة كتب الله له بكل شعره مرت علی يده حسنة."

جو شخص یتیم کے سر پر اپنا شفقت کا ہاتھ پھیرتا ہے اللہ اس کے لیے ہر بال کے بدلے جس پر اس کا ہاتھ پھیرا ہے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔

اسی طرح ان بچوں کی بیوہ والدہ کی ضروریات پوری کی جائے اور اگر وہ شادی کرنا چاہتی ہوں تو مناسب جگہ ان کی شادی کرادی جائے، یہ اجر عظیم کا باعث ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ راوئ حدیث ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الساعی علی الارملة والمسكين كالمجاهد فی سبيل الله واحسبه قال: وكالقائم الذی لايفتروكالصائم لايفطر.

مسکین اور بیوہ کی دستگیری وتعاون کرنے والا مجاہد فی سبیل اللہ کی

طرح ہے، میرا خیال ہے کہ فرمایا: اور وہ مسلسل عبادت کرنے والے اور لگاتار روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

آج عالمی سطح پر لڑکوں کی مزدوری کے خلاف تحریک چل رہی ہے، ان کا مطالبہ ہے کہ ۱۴ سال کی عمر سے کم کے بچوں کو فیکٹریوں، کارخانوں، ہوٹلوں اور دکانوں سے جدا کیا جائے اور ان کو تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا جائے، یہ مطالبہ جہاں بجا ہے وہیں اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان لڑکوں کے گھریلو حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد ان کی ضروریات بھی پوری کی جائے تاکہ وہ سکون واطمینان کے ساتھ تعلیمی سلسلہ جاری رکھ سکیں اور ان تمام بچوں کو تحفظ فراہم کیا جائے جو کسی بھی طرح ظلم وستم کے شکار ہیں یا وہ جبری ملازمت کرنے پر مجبور ہیں، لیکن اگر گھریلو حالات معلوم کئے بغیر ان کو فیکٹریوں، کارخانوں، دکانوں اور ہوٹلوں سے نکالا جاتا رہا جیسا کہ ہو رہا ہے تو یہ بچوں کے ساتھ انصاف و ہمدردی نہیں ہے بلکہ ان پر دوہری ناانصافی وظلم ہے۔

اسی طرح ان تمام بچیوں کو بھی جو کسی مجبوری کی وجہ سے جسم فروشی کرتی ہیں یا جسم فروشی پر مجبور کردی گئی ہیں اس سے ان کو علیحدہ کرنے کی جہد مسلسل کی جائے۔ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ پورے ملک میں پھیلی ہوئی تقریباً ۹ رلاکھ طوائفوں میں سے کم سے کم چار لاکھ کم سن، کم عمر ہوتی ہیں، اس کالے دھندے میں ہر سال تقریباً چالیس ہزار کروڑ روپے لگائے جاتے ہیں ان میں سے گیارہ ہزار کروڑ روپے کم عمر پیشہ کرنے والی لڑکیوں کے کاروبار میں لگائے جاتے ہیں۔"

اس کے علاوہ بچیوں سے بھی جیب کاٹنے، چوری کرنے، منشیات کی حمل ونقل، بھیک مانگنے اور دیگر گندے کام لئے جارہے ہیں، ان کے خاتمہ کے لیے بھی سنجیدہ سعی وکوشش کی اشد ضرورت ہے، جس طرح لڑکوں کی صحیح تعلیم وتربیت اہمیت کا حامل ہے اس سے کہیں زیادہ لڑکیوں کی صحیح تعلیم وتربیت واہمیت کا حامل ہے، کیونکہ آئندہ نسل کی پرورش ان کے آغوش میں ہونے والی ہے، اچھی نسل کے لیے اچھی ماں کا ہونا ضروری ہے، کسی شاعر نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے:

الام مدرسة اذااعددتها اعددت شعبا طيب الاعرق
هل يرجى لاطفال كمال اذاارتضعوا ثدى الناقصات

یعنی ماں ایک ایسا مدرسہ ہے، اگر تم نے اس کو تیار کرلیا تو ایسی جماعت کو تیار کرلیا جو بہتر جڑوں اور بنیاد والی ہے۔

کیا ایسے بچوں سے کسی کمال کی توقع کی جاسکتی ہے جو ناقص عورتوں کے سینے سے دودھ پئیں۔

اور یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ:

قدينفع الادب الاولادفى صغر وليس ينفعهم من بعده ادب
ان الغصون اذا عدلتها اعتدلت ولاتلين ولو لينته الخشب

یعنی تحقیق بچوں کو بچپن میں ادب سکھنا فائدہ بخش ہوتا ہے اور اس کے بعد ان کو ادب سکھانے کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا، اگر آپ ٹہنیوں کو سیدھا کرنا چاہیں تو سیدھا کرسکتے ہیں لیکن لکڑی کو چاہے آپ نرم بھی کریں تب بھی نرم نہیں ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے تمام معاملات میں اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ (بشکریہ: ہدایت)

☆☆☆

حمد

گداز ریشمی گفت و شنید ہو مولا
متاعِ ذہنِ رسا بھی جدید ہو مولا
اک ایسا بندہ مرے گھر میں پرورش پائے
جو تیری راہ پہ چل کر شہید ہو مولا
جو میرے پاس ہے تاوان ہے سخاوت کا
یہ التفات و عنایت مزید ہو مولا
ہمارے ذہن کو عرفان آگہی دے دے
جو نسل نو کے لیے بھی مفید ہو مولا
ہمارے خون کی ہر بوند تیغ بن جائے
نظر کے سامنے جب بھی یزید ہو مولا
یہ بدنمائی نمائش کبھی نہ کر پائے
جو احتجاج کا جذبہ شدید ہو مولا
قبول ساری عبادت ہو روزہ داروں کی
جو تیری مرضی ہے ویسی ہی عید ہو مولا

تلک راج پارس
جبل پور (ایم پی)

قابل رشک ماں

محمد اکمل عطاقادری

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا شرف صحابیات سے سرفراز ہیں۔ محرم ۱۴ہجری میں جنگ قادسیہ کے خوں ریز معرکہ میں یہ اپنے چاروں جوان بیٹوں کے ساتھ تشریف لے گئیں۔ جس وقت لڑائی کا تنور پوری طرح گرم ہوا تو آپ نے بیٹوں کو حکم دیا کہ "میرے بچو! جاؤ اور آخری دم تک راہِ حق میں لڑو۔"

ماں کا حکم سنتے ہی چاروں بھائی گھوڑوں کی باگیں اٹھائے رجز پڑھتے ہوئے یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ والدہ نے ان کی شہادت کی خبر سنی تو کہا "اللہ کا شکر ہے کہ میرے فرزندوں نے پیٹھ نہیں پھیری، اللہ عزوجل نے ان کی شہادت کا شرف مجھے بخشا، اس ذات رحیم سے مجھے امید ہے کہ وہ اپنی رحمت کے سائے میں میرے بچوں کے ساتھ مجھے بھی جگہ عطا فرمائے گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس واقعہ سے بیحد متاثر ہوئے اور چاروں بیٹوں کی تنخواہیں انہیں عطا فرمانے لگے۔ (استیعاب)

ہمارے اسلاف کرام کی پوری زندگی ان کی راہ میں قربانیوں سے مرکب ہے۔ جب بھی دین کے نام پر کسی پیاری سے پیاری چیز قربان کرنے کا موقع آیا وہ اس میں قطعاً ہچکچاہٹ محسوس نہ فرماتی تھیں اور قربانی کے بعد بھی ان کی زبان پر کلمات شکوہ وشکایت نہیں بلکہ الفاظ شکر ہی جاری ہوا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے پیش نظر اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی رضا کے ساتھ اس قسم کی آیات بھی ہوا کرتی تھیں کہ:

ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یاتکم مثل الذین خلومن قبلکم۔ "کیا (تم) اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر اگلوں کی سی روداد (یعنی حالت) نہ آئی۔"

(ترجمہ: کنز الایمان، سورہ بقرہ: آیت ۲۱۴)

مولانا نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، "یہ آیت مبارکہ غزوہ احزاب کے متعلق نازل ہوئی، جہاں مسلمانوں کو سردی اور بھوک وغیرہ کی سخت تکلیف پہنچی تھی۔ اس (آیت) میں انہیں صبر کی تلقین فرمائی گئی اور بتایا گیا کہ راہ خدا میں تکالیف برداشت کرنا (زمانہ) قدیم سے خاصان خدا کا معمول رہا ہے، ابھی تو تمہیں پہلوں کی سی تکلیفیں نہیں پہنچی ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ سرکار مدینہ ﷺ سایہ کعبۃ اللہ میں اپنی چادر سے تکیہ لگائے ہوئے تھے، ہم نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے اور مدد نہیں فرماتے؟ رحمت عالم ﷺ نے جواباً فرمایا: "تم سے پہلے لوگ گرفتار کیے جاتے تھے، زمین میں گڑھا کھود کر اس میں دبائے جاتے تھے اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت نوچے جاتے تھے، لیکن ان میں سے کوئی مصیبت انہیں ان کے دین سے روک نہیں سکتی تھی۔"

بی بی خنساء رضی اللہ عنہا کی قربانی بہت عظیم قربانی ہے، کیونکہ جس ماں کے چار ہی بیٹے ہوں اور وہ خود بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھ چکی ہو، اور پھر اپنی کمزوری اور لاغری کی پرواہ کئے بغیر وہ چاروں کے چاروں بیٹے راہ دین میں لٹادے، تو سوچئے کہ یہ کتنے ضبط وحوصلے کی بات ہے اور اس ہمت کا صدور اسی سے ہوسکتا ہے کہ جس کے ذہن میں آخرت کی کامیابی کے علاوہ اور کوئی مقصد پنہاں نہ ہو۔

ہمیں بھی چاہئے کہ اس معاملے میں ہمہ وقت خود کو تیار رکھیں اور اس راہ میں قربانی سے کسی قسم کا دریغ نہ کریں، نہ ہی اسے معاذ اللہ بوجھ ومعصیت تصور فرمائیں، اس کا دنیا میں بھی فائدہ حاصل ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

یا ایھاالذین آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ "اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔"

(سورہ محمد آیت ۷)

اور آخرت میں بھی جیسا کہ اوپر مذکورہ آیت سے معلوم ہوا۔

بی بی خنساء رضی اللہ عنہا سے ہماری وہ مسلمان بہنیں لازمی طور پر سبق حاصل کریں کہ جو نہ صرف خود دین کی خاطر قربانیوں سے راہ فرار اختیار کرتی نظر آتی ہیں بلکہ شوہر یا اولاد یا بھائی وغیرہ کی اس قسم کی مبارک کوششوں کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند رکاوٹ بن کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی مول لیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بہن کو اپنی اولاد کو خوش دلی سے دین کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

اپنے بچوں کو بکری کا دودھ پلایئے

عفت سلیمان صدیقی

بے شک ماں کا دودھ بچے کی بہترین غذا ہے،لیکن جب یہ کسی وجہ سے میسر و ممکن نہ ہو تو بکری کا دودھ بچے کی بہترین غذا ثابت ہوتا ہے۔انسانی دودھ کی طرح بکری کا دودھ بھی آٹھ پونڈ وزنی بچے کی پرورش کرتا ہے جبکہ گائے کا دودھ ۱۲۵ پونڈ وزنی بچھڑے کے لیے ہوتا ہے۔

بکری کا دودھ زود ہضم ہوتا ہے۔گائے کے دودھ کے مقابلے میں حیاتی اور معدنی نمکیات کے اعتبار سے یہ زیادہ بہتر اور غذائیت بخش ہوتا ہے۔بکری کے دودھ کی افادیت کے بارے میں معلومات میں اضافہ کے ساتھ مغرب میں اس کی طلب میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔سائنس دانوں کی بڑی تعداد اسے سویابین اور گائے کے دودھ سے تیار کی جانے والی بچوں کی غذاؤں سے زیادہ بہتر تسلیم کرنے لگی ہے۔ان کی رائے میں بچوں کی ڈبہ بند غذاؤں میں غلط قسم کی چکنائیاں شامل کی جاتی ہیں جنہیں بچوں کے نازک معدے آسانی سے ہضم نہیں کر پاتے۔

ایلومینیم کی کثرت

برٹش کولمبیا کے میڈیکل جرنل نے اپنی ایک حالیہ اشاعت میں یہ انکشاف کیا ہے کہ دنیا بھر میں بچوں کے لئے فروخت ہونے والے غذائی فارمولوں میں ایلومینیم (Alimunium) کی سطح بہت زیادہ ہوتی ہے۔اس کے علاوہ ان میں دیگر غذائیت بخش اجزا بھی کم ہوتے ہیں۔اس بات کے شواہد بھی موجود ہیں کہ گائے کے دودھ اور بچوں کے فارمولوں (غذائی مرکبات) کے استعمال سے بچوں میں آگے چل کر الرجی کی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں۔

غذائی اعتبار سے گائے اور بکری کا دودھ یکساں ہوتا ہے،لیکن بکری کے دودھ میں کیلشیم (Calcium) اور فاسفورس (Phosphurus) کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو اس میں کولیسٹرول کم ہوتا ہے۔اس میں چربی، پروٹین اور معدنی نمل زیادہ اور لیکٹوس کم ہوتی ہے۔اس میں گائے کے دودھ کے مقابلے میں حیاتین الف اور ب مرکب (بی کامپلکس) زیادہ ہوتا ہے۔

پروٹین کے اعتبار سے بھی بکری کا دودھ گائے کے دودھ سے مختلف ہوتا ہے۔بکری کا دودھ دہی بننے کے اعتبار سے گائے میں ہلکا ہوتا ہے۔اس لیے آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے۔اس لحاظ سے بکری کا دودھ الرجی کے مریض آسانی سے ہضم کر لیتے ہیں۔جبکہ بچوں کے لیے سویابین اور گائے کے دودھ کا ہضم کرنا مشکل ہوتا ہے۔

مغربی ملکوں بالخصوص امریکہ وغیرہ میں بکری وہاں کے زرعی نظام میں اہم مقام نہیں رکھتی۔یونان اور بحیرہ روم کے علاقہ کے چند اور ملکوں کے علاوہ اسے پالنے کا رواج عام نہیں ہے۔بنیادی طور پر بکری ایک آزاد قسم کی جانور ہے جو پہاڑی اور نیم صحرائی علاقوں میں خوب پھلتی پھولتی ہے۔جبکہ گائے گھاس کے میدانوں (گیاہستان) کا جانور ہے۔تیسری دنیا کے ملکوں میں خاص طور پر بکری کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ یہ تھوڑا چارا کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی ہے،جبکہ گائے کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا۔کم خوراکی کی وجہ سے بکری دودھ بھی کم دیتی ہے۔

امریکہ اور کینیڈا وغیرہ میں لوگ شوقیہ طور پر ہی بکریاں پالتے ہیں،لیکن جب سے اس کے دودھ کی افادیت تسلیم کی جانے لگی ہے،اس کے دودھ، پنیر اور دہی کی بڑھتی ہوئی طلب کی وجہ سے اسے تجارتی بنیادوں پر پالا جا رہا ہے۔

جہاں تک مزے کا تعلق ہے بکری کا دودھ گائے کے دودھ جیسا ہی ذائقہ رکھتا ہے۔غذا اچھی ملے تو بکری کا دودھ زیادہ خوش ذائقہ ہو جاتا ہے۔ گاندھی جی کی بادام، پستہ ،گلاب کے پھول کھانے والی بکریوں کا دودھ یقیناً عام بکریوں کے دودھ سے بہتر ہوتا ہوگا۔

امریکہ اور کینیڈا میں تجارتی بنیادوں پر پلنے والی بکریوں کو مکئی، جو، جئی، خمیر اور حیاتین کے مرکبات بھی کھلائے جاتے ہیں۔کینیڈا میں چونکہ سلینیم کی مقدار کم ہوتی ہے،انہیں یہ بھی دیا جاتا ہے۔اس اعتبار سے ان کا دودھ یقیناً زیادہ بہتر اور غذائیت بخش ہوتا ہے۔

طبی اعتبار سے بکری کے دودھ سے پیشاب کھل کر آتا ہے۔گائے اور بھینس کے مقابلے میں یہ چونکہ زود ہضم ہوتا ہے اس لیے اسے خاص طور پر دق وسل کے مریضوں کے لیے بہت مفید سمجھا جاتا ہے۔ایسے مریضوں کے لیے جن بکریوں سے دودھ حاصل کیا جاتا ہے، اطباء انہیں پالک، خرفہ، لوکی وغیرہ جیسی مفید سبزیاں کھلانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ٹھنڈی سبزیاں کھانے والی بکریوں کا دودھ خاص طور پر گرمی کے امراض کے لیے مفید ہوتا ہے۔

کم از کم ان لوگوں کو جنہیں اپنے بچوں کی صحت عزیز ہے اور جن کے پاس انہیں پالنے کے وسائل بھی موجود نہیں ہیں، اپنے بچوں کی پرورش ماں کے دودھ کے علاوہ بکری کے دودھ پر ضرور کرنی چاہئے۔☆☆

صحت عامہ

(صحت کے لیے مضر ومفید اشیاء پر ایک نظر)

سرخ زہر: لال مرچیں سائنس کی روشنی میں

حنا فردوس آشنا

ہندوستان میں لال مرچوں کے استعمال کا رواج اس قدر عام ہے کہ ہر چھوٹے بڑے گھر میں سالنوں اور ترکاریوں کے ساتھ مصالحہ کے طور پر بہ افراط کھائی جاتی ہے۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک یورپ، امریکہ، افریقہ، عرب، شام، ترکی وغیرہ میں کہیں بھی لال مرچ نہیں کھائی جاتی، لیکن ہندوستان میں یہ حالت ہے کہ دونوں وقت کے کھانے میں دسترخوان پر کوئی ترکاری یا سالن ایسا نہیں ہوتا جس میں لال مرچوں کا جزو نہ ہو۔

زبان کے چٹخاروں نے ہمیں کسی چیز کے نفع یا نقصان کے متعلق سوچنے اور سمجھنے کا موقع ہی نہیں دیا اگر زہر میں بھی ہمارے زبان کا چٹخارہ ہو تو اس کو بھی کھانے سے گریز نہ کریں اس سلسلے میں نہ ہمیں اپنی صحت کا خیال ہے اور نہ اپنے بیوی بچوں کی تندرستی کا۔ ہماری یہ حالت ہے کہ جہاں ذرا بچہ کچھ کھانے کے قابل ہوا اور ہم نے اس کے منہ میں مرچوں کے سالن ٹھونسنا شروع کئے، اول اول تو منہ بنا کر وہ اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہے لیکن ہم اس کی نفرت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ آخر کار بچہ مرچیں کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اور وہ فطری جذبہ نفرت اس کے دماغ سے محو ہو جاتا ہے۔

مرچوں کے مضر اثرات سب سے پہلے غذا کی اس نالی پر پڑتے ہیں جو منہ سے شروع ہو کر مقعد تک گئی ہے۔ جب ہم کوئی ایسی چیز کھاتے ہیں جس میں مرچیں تیز اور زیادہ ہوں تو سب سے پہلے اس تیزی اور جلن کا اثر زبان محسوس کرتی ہے گویا قدرت کے بنائے ہوئے جسمانی نظام کے مطابق ہمیں مطلع کیا جاتا ہے کہ ہم کوئی ایسی چیز کھا رہے ہیں جس سے ہماری صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے لیکن ہم اس کی قطعی پرو نہیں کرتے۔

مرچوں سے مملو نوالہ زبان، منہ، حلق کو جلاتا ہوا معدے میں پہنچتا ہے معدے میں بھی مرچوں سے مملو نوالہ اپنے وہی مضر اثرات دکھاتا ہے جن سے منہ کا واسطہ پڑا تھا۔ معدے کے غشائے مخاطی میں سوزش اور جلن ہونے لگتی ہے اور اس سوزش کی وجہ سے رطوبت معدی کی اخراج بڑھ جاتی ہے اور اس بڑھی ہوئی رطوبت سے ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے، بھوک کم لگتی ہے۔ ضعف معدہ لاحق ہو جاتا ہے اور معدے میں سرطان پیدا ہونے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں دہلی اور یوپی کے اضلاع میں لال مرچ بہت زیادہ کھائی جاتی ہیں اور اس کے نتیجہ کے طور پر کوئی بواسیر میں مبتلا ہے کوئی رقت وسرعت کا شکار ہے، کسی کو نزلہ اور زکام ہے، کسی پر اسہال و پیچش جیسے امراض نے تسلط جما رکھا ہے۔ مرچوں کی زیادتی خون کو جلاتی ہے اور ہاضمے کو خراب کرتی ہے۔

معمولی مقدار میں مرچوں کے استعمال میں تھوڑی سی افادیت بھی ہے اور یہ بالکل قدرتی چیز ہے چونکہ اس پوری کائنات میں کوئی ایسی تخلیق نہیں کی گئی جو اپنے اثرات کی بنا پر صرف نقصان دہ اور مضر رساں ہو کیسی بھی ضرر رساں اور مضرت پہنچانے والی چیز ہو اپنے میں کچھ نہ کچھ افادیت کا عنصر ضرور رکھتی ہے۔ چنانچہ لال مرچیں بھی حسب ذیل فوائد کی حامل ہیں۔

مرچوں کو زیادہ تر مصالحہ کے طور پر سالنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اس سے غذاؤں کے نفاح کی اصلاح ہوتی ہے اور ہضم میں مدد ملتی ہے۔ محققین طب اس خیال کی تصدیق کرتے ہیں کہ مرچوں کو کم مقدار میں کھایا جائے تو ان کے اثرات سے معدے کی رطوبت اور لعاب دہن زیادہ پیدا ہوتا ہے، آنتوں کی حرکات ودوحدیہ بڑھ جاتی ہے اور یہ مدلعاب دہن مقوی معدہ اور کاسیر ریاح بھی ہیں۔

☆☆☆

وٹامن سبزیوں سے ہی لیں تو اچھا ہے

ڈاکٹر قمر

ہم جو کچھ بھی کھاتے ہیں وہ خود لذیذ ہے یا محض پیٹ بھرنے کے

لیے کھاتے ہوں لیکن کھانے والی ہر چیز میں ایسے مقوی اجزا بھی شامل ہوتے ہیں جو جسم کو مضبوط بناتے ہیں اب جیسے دودھ میں کیلشیم، گوشت ،مچھلی ،انڈے میں آئرن، پھلوں اور سبزیوں میں وٹامن سی اور دالوں میں پروٹین خاص طور پر پایا جاتا ہے، ان میں سے کسی ایک کی کمی سے کمزور ہوسکتا ہے اور انسان کسی مرض میں مبتلا ہوسکتا ہے، جیسے کیلشیم کی کمی سے ہڈیوں کی ترقی ٹھیک طرح سے نہیں ہوتا ہے، لیکن اگر کیلشیم کی مقدار جسم میں زیادہ رہے تو ہائی بلڈ پریشر دل کی بیماریاں خون کی کمی (اینمیا) یہاں تک کہ کینسر سے بھی بچا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر جو اکثر لال، پیلی گولیاں دیا کرتے ہیں وہ وٹامن کی ہوتی ہے یہ جانکاری انہیں ہوتی ہے کون سی بیماری میں کس طرح کی وٹامن کی کمی ہے تو پھر وہ اس کی مقدار میں اضافہ کر کے اس وٹامن کو جسم میں متوازن سطح پر لانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ڈاکٹر کے مشورہ کے بغیر اپنی مرضی سے وٹامن کی گولیاں کھانا اکثر نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ایک وٹامن کی گولی وہی وٹامن دیتی ہے جبکہ اگر وہی وٹامن کے لیے کوئی خوردنی چیز کھائی جائے تو اس سے وہ خاص وٹامن تو ملے گا ہی اس کے ساتھ تھوڑی بہت مقدار میں دیگر وٹامن بھی پہنچیں گے اس سے وٹامنوں کا توازن برقرار رہے گا۔

اکثر لوگ ذائقہ کے چکر میں سبزیوں وغیرہ کو خوب تل کر اس میں مصالحے ملا کر تو کھاتے ہیں لیکن اس سے اس کے وٹامن کافی مقدار میں ختم ہوجاتے ہیں یعنی جسم کو اتنی مقوی اجزا نہیں مل سکتے ،اس لیے چیون پراش وغیرہ کھانے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن جانور جو ہر چیز کچی ہی کھاتے ہیں وہ انسان سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں انسان نے پھلوں مولی گاجر، شلجم جیسی پانچ سات سبزیوں کو چھوڑ کر دودھ تک کچا پینا پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ کھانے پینے والی چیزوں کو کم ابالا جانا چاہئے تا کہ ان میں موجودہ وٹامن میں کمی نہ آسکے ،وٹامن کی مقدار اگر کھانے میں کم ہے تو انسان کو کمزوری محسوس ہوگی ایسی حالت میں وٹامنوں کے علاوہ ان جیسی کوئی دوسری خوراک تو لی جاسکتی ہے لیکن ڈاکٹر کے مشورے سے استعمال کرنی چاہئے۔

اب جیسے عورت کے لیے مزل ملٹی (اے بی سی وغیرہ) آئرن زنک اور فالک ایسڈ کی ایک خوراک ضروری ہے اس سے زچگی سے متعلقہ بیماریوں میں بچاؤ ہوتا ہے۔ فالک ایسڈ خون میں آئرن کی کمی کو دور کرتا ہے۔ ہیموگلوبین کی مقدار بڑھاتا ہے لال خون کو بڑھاتا ہے لال خون سے فالک ایسڈ کا صحیح توازن برقرار رہنے سے دل کو کافی آکسیجن ملتی رہتی ہے دل ٹھیک رہتا ہے اور بلڈ پریشر بھی کنٹرول میں رہتا ہے۔

ایسے کیلشیم کی کمی کیلشیم کاربونیٹ کی ۱۰۰۰ ایم۔جی تک خوراک لے کر پوری کی جاسکتی ہے۔ لیکن بہتر ہے کہ کم چکنائی کے دودھ یا دودھ سے بنی چیزوں کا دن میں تین یا چار بار استعمال کر کے اس کمی کو پورا کیا جائے۔

اگر گوشت مچھلی ،انڈا اور پھل ،سبزیاں مطلوبہ مقدار میں نہ مل سکیں تو آئرن کے لیے متبادل خوراک (۱۸/ایم جی) اور وٹامن سی کی ایک خوراک ۱۲۵ ایم جی گولی لی جاسکتی ہے۔

ایک اور مقوی جزو ہوتا ہے وٹامن کیروٹین پھل سبزیوں میں یہ کافی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر یہ وٹامن اے میں بدل جاتا ہے اس کی دو ملی گرام خوراک ہی کافی ہوتی ہے۔ لیکن طویل عرصے بیڑی، سگریٹ اور شراب پینے والے ادھیڑ عمر کے لوگوں کو اس کی خوراک نہیں لینی چاہئے، اس سے انہیں فائدہ کے بجائے نقصان ہی پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ لہذا طاقت حاصل کرنے کے چکر میں وٹامنوں کی ایڈیشنل خوراک نہ ہی لیں اور اگر لیں تو ڈاکٹر کا مشورہ حاصل کرلیں۔

☆☆☆

دل کی بیماریوں کو دور کرنے کے لیے ورزش کیا کریں۔

حکیم سراج الدین ہاشمی

انسانی زندگی تفکرات کا ایک مجموعہ ہے اور ان تفکرات سے انسانی جسم ہر حالت میں متاثر ہوتا ہے۔ جس کے باعث انسان ہائی بلڈ پریشر اور قلب سے متعلق دیگر بیماریوں کا شکار رہتا ہے۔ ایسی بیماریوں سے بچنے کے لیے ورزش کرنا ضروری ہے۔ ورزش سے متعلق ایک تجربہ ڈیوک یونیورسٹی کے ماہرین نے کیا تھا۔ انہوں نے کچھ موٹے لوگوں کو دو الگ الگ حصوں میں تقسیم کیا۔ جن میں ورزش کرنے والے تھے۔ ایک حصے کے لوگوں سے کئی دن ورزش کرائی گئی اور ماہرین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جن لوگوں نے ورزش کی تھی ان کے خون کے دباؤ میں تناؤ بہت کم پایا گیا، بہ نسبت ان لوگوں کے جن سے ورزش کرنے میں کنٹرول کروایا گیا تھا۔ ان کے خون کے دباؤ میں زیادہ کمی واقع تھی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کے لیے ورزش نہایت ضروری ہے۔ اس کے ذریعہ انسان خون کے دباؤ اور قلبی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

☆☆☆

عالمی وملکی خبریں

ملیشیا میں پگڑی پہننے پر پابندی برقرار

مسلم اکثریتی ملک ملیشیا کی ایک عدالت نے اسکولوں میں لڑکوں کے پگڑی پہننے پر پابندی کو برقرار رکھا ہے۔ یہ سربان (پگڑی) نیک مسلمانوں کی علامت بن چکا ہے۔ اس سے اسکولوں میں لباس پر بین الاقوامی تنازعات کو ایک نیا موڑ ملا ہے۔ ملیشیا جہاں آدھی سے زیادہ آبادی مسلمان ہے اور اسلام سرکاری مذہب ہے اس نے یوروپ کے غیر مسلم ممالک کی طرح سرکاری اسکولوں میں مذہبی لباس پر پابندی لگا رکھی ہے۔ اپیلی عدالت نے ۱۹۹۹ء کے حکم کے خلاف سرکاری اپیل کو برقرار رکھا ہے۔ عدالت نے کہا کہ کوالالمپور کے باہر واقع ایک اسکول کے ذریعہ ۱۹۹۷ء میں پگڑی پہننے کی وجہ سے ۳؍مسلم لڑکوں کو اسکول سے نکالنا جائز تھا۔ ان ۳؍بچوں کی عمریں ۱۰ سے ۱۳ سال کے درمیان تھیں۔ اپیلی عدالت نے کہا ہے کہ اس کا اسلامی تعلیمات پر عمل کے بنیادی حق سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ صرف اسکولی ڈسپلن کا مسئلہ ہے جو کچھ طلباء کے اسکول کے ضابطوں کو ماننے سے انکار کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جن گوپال شری رام کے حوالے سے اسٹریٹ ٹائمس میں کہا گیا ہے کہ اگر عدالتوں کو مداخلت کرنی ہے تو پھر ہم اسکول کا انتظام بھی سنبھال سکتے ہیں۔ ملیشیائی حکومت بنیاد پرست اسلام سے فکر مند ہے۔ یہاں کی آبادی کا ۴۰ فیصد غیر مسلموں پر مشتمل ہے۔ سب سے بڑی اپوزیشن پارٹی اسلامی مملکت کا قیام چاہتی ہے۔ جبکہ حکومت کی اولین ترجیح نسلی استحکام کو برقرار رکھنا ہے۔ جون میں یوروپ کی انسانی حقوق کی عدالت نے فیصلہ سنایا تھا کہ سرکاری اسکول میں مسلمانوں کے سر پر اسکارف باندھنے کی پابندی مذہبی آزادی کے خلاف ورزی نہیں ہے۔ (سہارا)

☆☆☆

شرعی اصولوں کے مطابق سافٹ ویئر کی تیاری

سافٹ ویئر گروپ ''سنر جی لاگ ان'' نے اسلامک بینکنگ کے لیے خصوصی سافٹ ویئر تیار کرے گا تا کہ بین الاقوامی مارکیٹ میں اس کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے فائدہ اٹھا سکے۔ سنر جی لاگ ان کے لیڈر اسلامی بنک نظام کا خصوصی سافٹ ویئر تیار کرنے کے بارے میں سنجیدہ ہیں۔ یو این آئی کے ساتھ خصوصی بات چیت میں سنر جی لاگ ان کے مینجنگ ڈائرکٹر سنجے کمار نے کہا کہ کمپنی کا سافٹ ویئر شرعی اصولوں کے مطابق ہوگا۔ مسٹر سنجے نے کہا بین الاقوامی مارکیٹ میں اسلام بینکنگ کو تیزی سے فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ یہ کافی بڑی مارکیٹ ہے۔ ہم ایسا سافٹ ویئر سلوشن تیار کر رہے ہیں جو حلال اور حرام کے مسئلوں کا پورا لحاظ رکھے گا۔ انہوں نے کہا کہ بہت سے بنک شرعی اصولوں سے مطابقت رکھنے والے اسلامی بینکنگ سلوشن کے لیے سنر جی سے رابطہ کر رہے ہیں۔ سنر جی گروپ بینکنگ، سرمایہ کاری اور مالی اداروں پر توجہ دیتا ہے اس نے مدراس، ممبئی، کوالالمپور کے علاوہ لندن، نیوجرسی میں بھی اپنے دفاتر قائم کر رکھے ہیں۔ متعدد بنک اس کے کلائنٹ ہیں۔ (سہارا)

☆☆☆

زیادہ سونے سے انسان موٹا ہوتا ہے۔

عام خیال ہے کہ زیادہ سونے سے انسان موٹا ہوتا ہے مگر نئی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ نیند کی کمی سے جسم بھاری ہونے لگتا ہے۔ دراصل کم خوابی سے ایسے ہارمون کی سطح بڑھ جاتی ہے جن کا تعلق بھوک سے ہے۔ ایک مطالعہ میں یہ پایا گیا کہ جو لوگ دو راتوں تک صرف چار چار گھنٹے سوئے تھے ان کے جسم میں Leptin کی تعداد ۱۸ فیصد کم ہوگئی تھی یہ ہارمون دماغ کو یہ پیغام دیتا ہے کہ زیادہ کھانا کھانے کی ضرورت نہیں ہے اور 'گھر یلین' کی تعداد ۲۸؍فیصد بڑھ گئی تھی جو بھوک پیدا کرتا ہے۔ یہ بھی پایا گیا کہ جو نوجوان کم سوئے ان کا رجحان میٹھا اور اسٹارچ والی غذا کھانے پر رہا۔ شکاگو یونیورسٹی کے پروفیسر ایووان کا ڈاکٹر نے کہا 'ہم ابھی یہ نہیں جان پائے ہیں کہ غذا کی پسندیدگی میں یہ تبدیلی کیوں رونما ہوئی'۔ چونکہ دماغ کو گلوکوز زیادہ ملا اس سے لگتا ہے کہ نیند کی کمی ہونے پر اسے کاربوہائیڈریٹ کی ضرورت پڑی۔ یہ پہلا جائزہ ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ نیند کی کمی سے ہارمون کی تبدیلی بھی پیدا ہوئی ہے اور اس کا بھوک سے بھی تعلق ہے۔ نیند کی کمی پورا کرنے کے لیے لوگ کھانے پر زور دیتے ہیں۔ ایک اور مطالعہ میں بھی یہ پایا گیا کہ جو نوجوان کم سوئے تھے انہوں نے پھل سبزی یا دودھ سے بنی اشیا کھانے کے بجائے مٹھائی، کیک اور بسکٹ کھانا پسند کیا۔ اس مطالعہ میں پایا گیا ہے کہ جتنا کم لوگ سوتے ہیں ان

کا وزن اتنا ہی بڑھتا ہے۔ ۱۰۰۰ رلوگوں کا معائنہ کیا کہ ان کے جسم میں نیند کی کمی اور نیند پوری ہونے پر ہارمون میں کیا تبدیلی آئی، اس میں بھی نیند کی کمی سے ہارمون کی کمی پائی گئی۔ محققین کا کہنا ہے کہ نیند اور جسم کے نظام خصوصاً ہارمون کا خاص تعلق ہے۔ نیند کی کمی ہوتی ہے تو بھوک زیادہ لگتی ہے اور زیادہ کھانے سے وزن بڑھتا ہے۔ مغربی معاشروں میں جہاں لوگ عام طور سے پوری نیند نہیں لے پاتے اور وہاں غذا وافر ہے شاید یہی موٹاپا بڑھنے کی وجہ ہو۔ (سہارا)

☆☆☆

سعودی عرب میں خاتون پائلٹ

سعودی عرب جیسے اسلامی ملک میں جہاں عورتوں کو کار چلانے کی اجازت نہیں ہے، ایک خاتون پائلٹ بن گئی ہے۔ حنادی ہندی نے پڑوسی اردن میں پائلٹ کی تربیت حاصل کی ہے اور ارب پتی پرنس الولید بن طلال کی نجی ایرلائنس کے ساتھ معاہدے پر دستخط کئے ہیں۔ پرنس نے ایک بیان میں کہا ''کیپٹن حنادی کی پائلٹ کے طور پر بھرتی عورتوں کے روزگار اور سعودی سماج میں ان کی فعال شرکت کی جانب پہلا بڑا اقدم ہے۔ حنادی تربیت مکمل کرنے کے بعد اگلے سال کے وسط تک کام کرنا شروع کردیں گی۔ ان کا پائلٹ بننا سعودی عرب کے کٹر قدامت پسندی مذہبی حکام کے لئے ایک چیلنج ہوگا۔ سعودی عرب میں عورتیں قانوناً سر سے پاؤں تک برقعہ پہنتی ہیں۔ ان کے گاڑی چلانے پر پابندی ہے اور وہ کسی محرم کے بغیر کہیں آجا نہیں سکتی۔ (سہارا)

☆☆☆

اسلام کے تشدد سے جوڑنا مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی

عالمی دعوۃ الاسلامی سوسائٹی کانفرنس میں مندوبین کا اظہار خیال

عالمی دعوۃ الاسلامی سوسائٹی نے اسلام کو تشدد اور دہشت پسندی سے جوڑنے کی تمام کوششوں کی مذمت کرتے ہوئے اسے دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی توہین قرار دیا ہے۔ لیبیا کی راجدھانی طرابلس میں چار روزہ ساتویں جنرل کانفرنس کے افتتاح پر جاری اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ اسلام کو تشدد سے جوڑنا مسلمانوں کے مذہب اور کلچر کے ساتھ ناانصافی ہے۔ ان میں ۲۵۰ سے زائد اسلامی تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔ چار دن تک مسلسل عالم اسلام اور مسلمانوں کو درپیش مشکلات مسائل ومصائب پر کھلے ذہن سے بحث ہوئی۔ ہندوستان سے اس کانفرنس میں شرکت کے لئے جن لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا ان میں شاہی امام سید احمد بخاری، بھارتی مجلس کے صدر جاوید حبیب، رکن پارلیمنٹ عبدالقادر محی الدین، نائب صدر مشاورتی کونسل مسلم یوتھ کنونشن راحت محمود چودھری اور روزنامہ 'خبردار جدید' کے ایڈیٹر معصوم مرادآبادی شامل تھے۔ (سہارا)

☆☆☆

تین الو برآمد، دو ملزم گرفتار

نایاب نسل کے تین اُلو کرائم برانچ نے برآمد کئے ہیں۔ اس معاملے میں دو ملزموں کو گرفتار کیا گیا ہے۔ ڈی سی پی تیجندر سنگھ لوتھرا نے بتایا کہ اے سی پی جائے ترکی کی ٹیم نے بدایوں کے ہری بابو اور رمیش کو گرفتار کیا ہے۔ ان کے پاس سے نایاب نسل کے بڑے سائز کے تین اُلو برآمد ہوئے۔ ملزموں نے بدایوں سے اُلو یہاں بیچنے لائے تھے۔

پولس نے ایک نقلی گاہک ہری بابو کے پاس بھیجا جس نے ایک اُلو کا بیس ہزار میں سودا کیا۔ ہری بابو سے دو اُلو برآمد ہوئے، ہری بابو کو گرفتار کرنے کے بعد اس سے پوچھ تاچھ کے بعد ڈابری سے رمیش کو گرفتار کیا گیا۔ اس کے پاس سے ایک اُلو کے تین برآمد ہوا۔ (سہارا)

☆☆☆

گورنر مکہ کی جانب سے حفاظ قرآن کی حوصلہ افزائی

رینا: سعودی عرب سے شائع ہونے والے جریدے ''الاقتصادیہ'' کے مطابق مکہ مکرمہ کے گورنر شہزادہ عبدالمجید بن عبدالعزیز نے پچھلے دنوں مسجد حرام میں ''جمعیت برائے حفظ قرآن'' (جمعیۃ تحفیظ القرآن الکریم) کے تحت چلنے والے مدارس کے سالانہ امتحان میں اول آنے والے حفاظ کے طلبہ کو انعامات تقسیم کیے۔ یہ انعامات قرآن کریم کے مکمل اور نصف حفظ کے لیے تقسیم کئے گئے۔ جمعیت برائے تحفیظ قرآن کریم کے تحت حفظ قرآن کے حلقوں سے اس سال ۳ رہزار سے زائد طلبہ نے سالانہ امتحان میں شرکت کی، یہ امتحانات مسجد حرام اور مکہ مکرمہ اور بعض دیگر مسجدوں میں منعقد کئے گئے۔ حفظ کے شعبوں میں کامیاب ہونے والے دیگر طلبہ کو بھی انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔ ان انعامات کا مقصد سعودی معاشرے میں حفظ قرآن کا رواج عام کرنا اور نئی نسل کو اس کے حفظ کی طرف راغب کرنا ہے۔ (رینا)

☆☆☆

آپ کے خطوط و آراء

محترم و مکرم جناب ایڈیٹر چودھویں صدی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

امید کہ آنجناب بخیر و عافیت ہوں گے

آپ کی زیرادارت شائع ہونے والی میگزین کا تازہ شمارہ نظر نواز ہوا، جسے آپ نے دعوت و اصلاح تعلیم و تربیت اور شعور و آگہی جیسے قیمتی گلہائے رنگارنگ سے سجایا اور فکری و تحقیقی جواہر پاروں سے آراستہ و پیراستہ کیا ہے، آپ کی کاوشوں پر جس قدر بھی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے۔

پچھلا شمارہ جب میں نے دیکھا، اس میں اس ناچیز کا خط اور اس کے جواب میں آپ کی گراں قدر نصیحتیں جسے میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ آپ کے مشورے میرے لیے میل کا پتھر ثابت ہوں گے۔ اور آپ سے یہ بھی امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی ایسے مشوروں سے ہمیں نوازیں گے۔

آپ نے مجھے کچھ کتابوں کا انتخاب کر کے اس کی فہرست بھیجنے کو کہا ہے اگر میں کتابوں کا انتخاب کروں تو یہ آپ کی شان میں گستاخی ہوگی کیونکہ کتابوں کے بارے میں آپ کو زیادہ معلومات ہیں۔ اس لیے میں آپ سے یہی کہوں گا کہ لائبریری کے لیے جو آپ مناسب سمجھیں اسے بھیج کر ہمیں شکریہ کا موقع دیں۔

لیکن ایک چیز کا مطالبہ میں ضرور کروں گا وہ ہے تفسیر قرآن یہ میرا ذاتی معاملہ ہے کیونکہ میں تفسیر کا بہت زیادہ شوقین ہوں، لہذا اگر ممکن ہو تو تفسیر کا ایک نسخہ ضرور بھیجیں۔ والسلام

العارض

انوار حسین ابوالکلام، آسام

جواب:

برادر اسلام جناب انوار حسین صاحب

یاد آوری کے لیے شکریہ!

دین کا رشتہ بھی عجیب ہوتا ہے ہم لوگ اسی رشتے کی بنیاد پر ایک دوسرے کو جانتے ہیں یہ آپ کی اعلیٰ ظرفی ہے کہ میرے مشوروں کو آپ نصیحت سمجھتے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ ماہنامہ چودھویں صدی کے چاند کی مانند اپنی جگمگاہٹ سے عالم کی تاریکیوں کو نور و ہدایت ہمکنار کرتا رہے اور اسلام جو کہ واقعی امن و آشتی کا مذہب ہے لوگ اس سے روشناس ہوں، آج برادر مذہب کو بتمامہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر دین کی صحیح سمجھ پیدا کریں اور یہ دیکھیں کہ آیا قرآن و احادیث کے مطابق میں کیا ہماری زندگی پوری طرح صراط مستقیم پر چل رہی ہے اور اگر نہیں تو اس سلسلے میں ہم مسلمانوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس کے لیے آمادہ کریں اور عامل ہوں، پھر دوسروں کو اس کی دعوت دیں۔

بہرحال امید ہے کہ خط و کتابت کا سلسلہ جاری رکھیں گے اور اپنے دوست و احباب کو بھی اس کی دعوت دیں گے۔

آپ کے حسب فرمائش آپ کی لائبریری کے لیے جلد چند کتابیں بھیج دی جائیں گی۔ خدا حافظ (ادارہ)

☆☆☆

محترم جناب مفتی ممتاز عالم صاحب

السلام علیکم

مزاج گرامی! چودھویں صدی کا یہ شمارہ نومبر ۲۰۰۴ء گر موصول نہ ہوتا تو بہت افسوس ہوتا۔ لیکن خدا کا صد شکر اور آپ کی عنایات شامل حال ہیں اور کاوشیں لائق تحسین ہیں کہ اتنے عمدہ مضامین کے مطالعہ کا شرف نصیب ہوتا ہے۔

موجودہ شمارہ میں احمد سجاد صاحب کا مضمون "اسلامی نشأۃ ثانیہ سائنس و ٹکنالوجی" صفحہ ۲۱ پر بیحد فکر انگیز، قابل توجہ اور دعوت عمل کا پیغام دے رہا ہے، اور حقائق کے عمیق پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ روح و مادہ کی ہم آہنگی کے اسلامی توازن کی اہمیت کے نظر انداز کرنے کے نتائج کے رخ کی جانب اشارہ ہے۔ بیشک اسلام کے اہل فکر حلقہ کو لائحہ عمل طے کرنا ہوگا تا کہ عدو کے عزائم کو لگام لگے۔ اور انسانی ملت کو آگ سے بچایا جا سکے۔ عوام و پاسبان کی بیداری اشد لازمی ہے۔

پاسبان آنکھیں ملے انگڑائی لے آواز دے
اتنے عرصے میں تو اپنا کام کر جاتی ہے آگ

فقط والسلام

متمنی خلوص

ایس شفیق احمد (ایڈوکیٹ) میرٹھ

جواب:

لائق صد احترام دوست جناب ایس شفیق احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

امید ہے کہ مزاج گرامی ہوں گے

متواتر یاد آوری کا بہت بہت شکریہ

برادر محترم اب تو اسلامی نشاۃ ثانیہ کا صرف رونا رہ گیا ہے اور ہم اپنے فکر کو بالکل محدود کرتے جا رہے ہیں عہد پارینہ کی روایتوں کو دیکھ یا سن کر اپنی پیاس بجھا لینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے عہد کو بھی قرون اولیٰ کے عہد کی مثال بنانے کی جدوجہد کریں، کیونکہ ہماری زندگی سے دھیرے دھیرے اصلی اسلامی اسپرٹ غائب ہوتی جا رہی ہے جو کہ واقعی قابل افسوس ہے۔

ماہنامہ چودھویں صدی ہمیشہ اسی جدوجہد میں ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے بغض و عناد کے جرثومے کو نکال پھینکیں، اور اتحاد بین المسلمین کی فضا بحال کی جائے، اور اسلام کا حقیقی و دائمی لائحہ عمل کا درس دیا جائے کیونکہ اس کے علاوہ نجات کا کوئی راستہ نہیں۔

خط لکھتے رہیں۔ (ادارہ)

☆☆☆

برادر محترم جناب مفتی ممتاز عالم صاحب

آداب و نیاز

آپ نے خاکسار کو یاد کیا اور چودھویں صدی کا نومبر ۲۰۰۴ء شمارہ عنایت فرمایا جی خوش ہوا، میں تہہ دل سے مشکور ہوں۔

زیر نظر شمارہ کے سبھی مضامین لائق مطالعہ ہیں اس دور میں جب انسان پوری طرح بھٹک چکا ہے، نہ کہیں اخلاق رہ گیا ہے اور نہ کہیں اخلاص ایسے میں اس نوعیت کے رسالے کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کا مضمون "عید الفطر مسلمانان عالم کے لیے ایک لمحہ فکریہ" میں آیتوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ پروفیسر کفیل احمد کا عید الفطر روح کی بیداری" اور غلام نبی مسلم کا "لاینال عہدی الظالمین" ابھی پڑھ ہی رہا تھا کہ نظیر کے دو مصرعوں پر نظر جا ٹکی۔ نظیر کو اردو ادب نے بہت نظر انداز کیا ہے۔ وہ عوامی شاعر تھا درباری نہیں تھا

نیکی کا بدلہ نیک ہے بد سے بدی کی بات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ لے اس ہاتھ لے

کلجگ کے بیان میں نظم طویل ہے اس لیے میں اس کے فقط سات بند ہی روانہ کر رہا ہوں اور چند دوہے ارسال کرنے کی جسارت بھی۔

توقع ہے کہ جناب کا مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

خیر طلب بھگوان داس اعجاز

جواب: جناب بھگوان داس اعجاز صاحب

آداب قبول کریں

آپ کا خط موصول ہوا اور بہترین نگارشات بھی۔ نظیر کی نظم کلجگ سے کون اردو والا واقف نہیں۔ جہاں تک نظر انداز کرنے کی بات ہے تو آج تک اس کی نگارشات شائع ہو رہی ہیں اور مزے سے پڑھی جا رہی ہیں یہی کیا کم ہے۔

اچھا ادب ہر حال میں اچھا ہوتا ہے اور وقت اسے چھپا نہیں پاتا۔ نظیر اس کی روشن مثال ہے۔ آپ کے دوہے بھی شائع کئے جا رہے ہیں۔ قارئین خود فیصلہ کریں گے کہ ایسی نگارشات کسی مذہب، زبان اور علاقے میں قید نہیں رہتیں۔

جواب سے نوازیں گے۔ (ادارہ)

☆☆☆

محترم المقام جناب مفتی ممتاز عالم صاحب

صد ہزار تسلیمات

نومبر اور دسمبر ماہ کے شمارے ہمدست ہوئے، جو خاکسار کو مذہبی معلومات میں اضافے کا سبب بنے۔ اس کرم فرمائی کا شکریہ۔ امید ہے یہ عنایت آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ آپ جس عرق ریزی سے یہ رسالہ شائع کر رہے ہیں۔ اس نے رسالے کو بے حد معیاری اور عمدہ بنا دیا۔ پچھلے بیس سال کے عرصے میں میری نظر سے اتنا عمدہ اور معیاری مذہبی رسالہ نہیں گزرا ہے۔ خدا آپ کو شاداب اور شگفتہ رکھے اور آپ کو عمر دراز کرے۔

چودھویں صدی کے لیے تازہ اور غیر مطبوعہ حمد ارسال کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کو پسند آئے گی۔ اور اسے آپ آئندہ کے کسی شمارے میں شائع کر کے خاکسار کو شکریہ کا موقع دیں گے۔

خیر طلب

تلک راج پارس

جواب: قابل صد احترام جناب تلک راج پارس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید قوی ہے مزاج گرامی بخیر ہوں گے

کافی دنوں کے بعد آنجناب کا محبت نامہ دستیاب ہوا۔ اس کے لیے ادارہ چودھویں صدی بیحد شکر گذار ہے۔

آپ نے جس طرح رسالہ کی تعریف فرما کر ادارہ کی حوصلہ افزائی کی ہے اس کے لیے بھی ادارہ آپ کا بیحد ممنون ہے۔ امید ہے آئندہ بھی آپ اسی طرح ادارہ کی حوصلہ افزائی کرتے رہیں گے اور اگر اس میں کسی طرح کی کوئی نقص نظر آئے تو اس کی بھی نشاندہی کریں، تا کہ اس کی اصلاح کی جائے۔ اور اپنی تخلیقات سے بھی رسالہ کو رونق بخشیں۔ فقط والسلام ☆☆☆

OUR ENGLISH PUBLICATIONS

Ahmadiyya Anjuman Isha'at Islam India has a good collection of Islamic books, some of which have been listed below and are available at reasonable prices.

1. Holy Quran with Arabic Text, English Translation and Commentary	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 400/-
2. The English Translation of the Holy Qur'an without Arabic Text.	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 200/-
3. The Prophet of Islam	By Maulana Muhammad Ali	Rs .20/-
4. A Manual of Hadith	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 150/-
5. Heresy in Islam	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 50
6. Muhammad the Prophet	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 80/-
7. History of the Prophets	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 30/-
8. Living Thoughts of the Prophet Muhammad	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 45/-
9. Introduction to the Study of the Holy Quran	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 50/-
10. The Early Caliphate	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 80/-
11. The Muslim Prayer Book	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 20/-
12. The Religion of Islam	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 275/-
13. The Split in the Ahmadiyya Movement	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 50/-
14. The New World Order	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 35/-
15. The Antichrist and Gog and Magog	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 50/-
16. Muhammad and Christ	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 25/-
17. Slavery in Islam	By Al-Hajj Khwaja Kamaluddin	Rs. 15/-
18. Sources of Christianity	By Al-Hajj Khwaja Kamaluddin	Rs. 70/-
19. Open Letters to the Bishops	By Al-Hajj Khwaja Kamaluddin	Rs. 50/-
20. Islam and Christianity	By Al-Hajj Khwaja Kamaluddin	Rs. 50/-
21. Study of Islam	By Al-Hajj Khawaja Kamaluddin	Rs. 10/-
22. Mysticism in Islam	By Al-Hajj Khwaja Kamaluddin	Rs. 60/-
23. Islam My Only Choice	By Al-Hajj Khwaja Kamaluddin	Rs. 20/-
24. Islam and The Muslim Prayer	By Al-Hajj Khwaja Kamaluddin	Rs. 25/-
25. Table Talk	By Al-Hajj Khwaja Kamaluddin	Rs. 20/-
26. The Triumph of the Holy Qur'an	By Hazrat Maulana Sadruddin	Rs. 100/-
26. Muhammad in the World Scriptures (Volumes I ,II,) (Paper Back)	By Abdul Haque Viddiyarthi	Rs. 350/-
27. The Great Religion of the World	By Mrs. Ulfat Azizus Samad	Rs. 100/-
28. Islam and Christianity	By Mrs. Ulfat Azizus Samad	Rs. 50/-
29. Islam is Modern	By Maulana Sadruddin	Rs. 25/-
30. Teachings of Islam	By Hazrat Mirza Ghulam Ahmad	Rs. 50/-
31. Introduction to Islam	By Dr. Zahid Aziz	Rs. 30/-
32. Essays in Islamic Sufi-Ism	By Dr. Muhammad Ahmad	Rs. 15/-
33.True Facts About the Ahmadiyya Movement	By Maulana Hafiz Sher Muhammad	Rs. 25/-
34. The Debt Forgotten	By K.S. Mian Rahim Bakhsh	Rs. 30/-
35.The Status of Women in World Religions & Civilizations	By C. A. Soorma B.A. B.L.LM(Lahore)	Rs. 50/-
36. The Martyrdom of Sahibzada Abdul Latif Shaheed	By Professor Khalilur Rahman	Rs. 15/-
37. The Qadiani Violation of Ahmadiyya Teaching	By Dr. Zahid Aziz	Rs. 10/-
38. Ahmadiyyat The Citad of Islam	By K.S. Mian Rahim Bakhsh	Rs. 10/-
39. The Great Muslim Reformer of the Present Age	By Dr. Basharat Ahmad	Rs. 45/-
40. Prophethood in Islam	By S.M. Tufail	Rs. 350/-
41. The Second Coming of Jesus	By Maulana Muhammad Ali	Rs. 125/-

The above mentioned books may be ordered by post or by VPP. but one fourth of the total amount should be sent by M.O. in advance. Our Publications may also be seen on web site www.aaiil.org(or)islam.lt.

40% discount for book sellers.

AHMADIYYA ANJUMAN ISHA'AT ISLAM INDIA (Regd.)

L25A, Dilshad Garden, Delhi- 110095 Code:- 011 - Phone:- 22596616

E-mail : ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in

CHAUDHWIN SADI *(URDU MONTHLY)* **R.N.I. DELURD/2000/5380.**
L-25-A, DILSHAD GARDEN, DELHI-110095 PHONE:- *22596616* VOL- 6 ISSUE -1, JANUARY 2005
E-mail: ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Website: www.aaiil.org" (or) islam.lt
Also published on the internet at: www.aaiil.org/india

ہماری مطبوعات

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا کے پاس اسلامی کتابوں کا ذخیرہ راجدھانی دہلی میں موجود ہے۔ جومناسب ریٹ پر دستیاب ہیں جنکی تفصیل اس طور پر ہے۔

نام کتاب		مصنف	قیمت
۱۔ تفسیر بیان القرآن (اردو) مکمل دو جلدیں	(ترجمہ وتفسیر مع حل لغات)	از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم - ہدیہ	۷۰۰/- روپے
۲۔ تلخیص بیان القرآن مکمل	(ترجمہ مع مختصر تفسیر)	از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم - ہدیہ	۱۵۰/- روپے
۳۔ احادیث العمل	(منتخب احادیث کا مجموعہ)	از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم	۱۵۰/- روپے
۴۔ سیرت خیر البشر	(محمد ﷺ کی سوانح عمری)	از حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم	۵۰/- روپے
۵۔ لا نبی بعدی۔	(عصر حاضر کا اہم مسئلہ۔ بانی سلسلہ کی بنیادی اصطلاحات کی وضاحت)	از شیر محمد ملک صاحب	۳۰/- روپے
۶۔ میرا قبول اسلام	(نومسلمین کے تاثرات وحالات جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی کوششوں سے مسلمان ہوئے تھے)	از بشیر سوز	۶۵/- روپے
۷۔ زندہ نبی کی زندہ تعلیم	(سیرت نبوی پر مختصر اور بے مثال کتاب)	از مولانا محمد علی صاحبؒ	۴۰/- روپے
۸۔ مجدّد اعظم (۳ جلدیں)	حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سوانح عمری	از ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم	۴۵۰/- روپے
۹۔ نماز اور ترقی کی تین راہیں	(فلسفۂ نماز پر ایک ایمان افروز تقریر)	از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	۲۰/- روپے
۱۰۔ میثاق النبیین	(رسول اللہ کی آمد کی بشارات دیگر مذاہب کی کتب مقدسہ میں)	از مولانا عبدالحق ودیارتھی مرحوم	۱۲۰/- روپے
۱۱۔ جمع قرآن	(تاریخ نزول وترتیب قرآن وبعض شکوک کا ازالہ)	از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	۴۰/- روپے
۱۲۔ نبوّت کا ظہور اتم	(سیرت رسولؐ پر اپنی نوعیت کی امتیازی کتاب)	الحاج خواجہ کمال الدین صاحب (مرحوم)	۷۵/- روپے
۱۳۔ اسلام کیا ہے	(اصول اسلام کی تشریح اور جماعت احمدیہ کا تعارف بطور سوال وجواب)	مرتبہ منظور الٰہی صاحب مرحوم	۱۰/- روپے
۱۴۔ ضرورت مجدّد	(مجدد کی آمد پر بحث قرآن وحدیث کی روشنی میں)	از مولانا محمد علی صاحبؒ	۱۰/- روپے
۱۵۔ مجدّد کامل	(مسئلہ مجدد پر بحث)	از خواجہ کمال الدین صاحب	۲۰/- روپے
۱۶۔ کشتی نوح	(تقویت ایمان سے بھرپور کتاب)	از حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ قادیانی	۱۰ روپے
۱۷۔ ردّ تکفیر اہل قبلہ	(تکفیر بازی کی رد میں تفصیلی بحث)	از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	۱۵/- روپے
۱۸۔ وفات مسیح ونزول مسیح	(قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں)	از حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ	۱۵/- روپے
۱۹۔ حضرت مسیح موعود کے دعویٰ کی حقیقت	(حضرت مرزا صاحب کے دعاوی پر بحث)	از ملک شیر محمد خوشابی	۲۰/- روپے
۲۰۔ معارف الحق	(معارف وخزائن کا انمول نمونہ)	از عبدالحق ودیارتھی صاحبؒ	۱۰۰/- روپے
۲۱۔ مسیح موعود	(حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی کے مختلف جزئیات پر مفصل بحث)	از حضرت مولانا محمد علی صاحب	۱۰۰/- روپے
۲۲۔ ہمارا خالق	(ہستی باری تعالیٰ پر محققانہ بحث)	از محمد ضیاء اللہ	۲۰/- روپے
۲۳۔ اسلامی اصول کی فلاسفی	(پانچ سوالوں کے جوابات میں معارف سے لبریز مقالہ)	از حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ	۳۰/- روپے
۲۴۔ ہندوستانی مسلمان اور جہاد	(مسئلہ جہاد کے متعلق بحث)	از ابوظفر خوشابی مرحوم	۶۰/- روپے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام انڈیا (رجسٹرڈ)
L-25-A دلشاد گارڈن، دہلی۔ ۱۱۰۰۹۵
E-mail : ahmadiyyaanjuman@yahoo.co.in Our Website : www.aaiil.org (or) islam.lt

شائقین حضرات کتب بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے چوتھائی رقم پیشگی ارسال فرمائیں تاکہ بذریعہ وی پی کتب روانہ کی جائیں۔ وصول شدہ رقم بل میں سے گھٹادی جائے گی۔ ڈاک خرچ بذمہ خریدار ہوگا۔ کل رقم ایڈوانس بھیجنے کی صورت میں کتب بذریعہ رجسٹرڈ بک پوسٹ بھیج دی جائینگی۔ اور بغرض دینی معلومات اوپر دیئے گئے ویب سائٹ پر ہمارا پروگرام ملاحظہ فرمائیں۔

نوٹ: کتب فروشوں کے لئے خصوصی رعایت **فون:- 22596616**

Printer, Publisher, Mumtaz Alam Printed at M. S. & Printers A-145, Gali No. 8, Chohan Banger, Delhi-110053
Published From L/25A, Dilshad Garden, Delhi-110095, Editor Mumtaz Alam Code: 011 Tell: 22596616